محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
کس کا ہاتھ
اشتیاق احمد
210
Atlantis Publications

Atlantis Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	کس کا ہاتھ
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز نمبر 210
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	120 روپے

ISBN 978-969-601-078-4

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو B-16 سائٹ، کراچی۔
0300-2472238, 32578273, 34268800
ای میل: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

اشتیاق احمد

السلام علیکم!

پرانی بات لکھنے کو جی نہیں چاہتا، وہی خاص نمبر کی ڈاک والی ... یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ڈاک دھڑا دھڑ آرہی ہے ... بس ایک منظر ملاحظہ فرمالیں ... کاص نمبر کی ڈاک نئے پتے پر پہلے دن آئی تو بیس کے قریب خط تھے، دوسرے دن جب پوسٹ مین صاحب آئیتو ان کے ہاتھ میں دو بیگ تھے ... ایک کم پھولا ہوا تھا، دوسرا زیادہ ... ڈاک گلی میں وصول کی گئی ... پوسٹ مین نے زیادہ پھولا ہوا تھیلا اُلٹ دیا ... ہم ڈاک کو سمیٹ رہے تھے کہ گلی میں کھڑے لوگ مارے حیرت کے اس ڈھیر کو دیکھ رہے تھے جو پورے سانده کی ڈاک سے زیادہ تھی ... ارے ... مگر ... اس منظر کو پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی ... کیونکہ آپ تو خود مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ... خط آپ ہی تو لکھتے ہیں ... اور میں یہ بات آپ ہی کو بتا رہا ہوں ، ہے نا بے وقوفی کی بات ... نہ جانے کیا بات ہے ... ان دنوں بے وقوفی کی باتیں کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے ... بے شک آپ بھی لکھ ڈالیے ... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، بلکہ میں خوش دلی سے ان کا استقبال کروں گا۔

پیکٹ کیسا

’’ہاں بھئی ... تم اخبار میں اشتہار دیکھ کر آئے ہو؟‘‘

’’جی ہاں جناب۔‘‘

’’اشتہار کے الفاظ کا مطلب سمجھنے کے بعد آئے ہو؟‘‘

’’اچھی طرح!‘‘

’’تو پھر اپنا تعارف کراؤ۔‘‘

’’میں جم ہام ہوں ... ونتاس میں پانچ آدمیوں کو نہایت صفائی سے ٹھکانے لگا چکا ہوں، ونتاس کی حکومت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکی، میرے خلاف کوئی ثبوت حاصل نہیں کر سکی ... اگرچہ اس کے سراغ رسانوں کو یہ یقین بھی ہو گیا تھا کہ یہ کام میرا ہے ... پھر انتارجہ میں میں نے تین آدمی ڈھیر کیے اور وہاں بھی پکڑا نہیں جا سکا ... اپنے ملک میں نو آدمیوں پر ہاتھ صاف کیے ... اور اب تک آزاد ہوں، اتنا ہی تعارف کافی ہے یا اور بھی تفصیلات بتاؤں۔‘‘

’’اپنے ملک میں سب سے پہلے تم نے کس کو ہلاک کیا تھا؟‘‘

"نہیں جناب! میں نام نہیں بتاؤں گا ... یہ میرا اُصول ہے ..."

جم ہام بولا۔

"بہت پیارا اُصول ہے ... خوشی ہوئی جان کر ... ایک آدمی کی زندگی کا خاتمہ کرنے کی کتنی فیس وصول کرتے رہے ہو؟"

"ونناس اور انشارجہ میں تو میں نے بہت لمبی رقمیں وصول کیں، لیکن ہمارا ملک غریب ہے ... یہاں لوگ اتنی رقم نہیں دے سکتے، تاہم دس لاکھ تک لے چکا ہوں۔"

"مجھ سے ریٹ طے کرو۔"

"آپ کیا دیں گے؟"

"مجھے تین آدمیوں کا کانٹا نکلوانا ہے ... تینوں کی فیس بتا دو ... انہیں ان کے گھرانوں اور گھروں سمیت ختم کرنا ہے ..."

"تیس لاکھ روپے۔"

"یہ زیادہ ہیں ... یہ بھی تو دیکھیں ... میں اکٹھے تین آدمی ختم کرا رہا ہوں۔"

"ہاں! یہ تو ہے ... آپ کو رعایت دی جانی چاہیے ... خیر میں آپ سے بیس لاکھ روپے لے لوں گا۔"

"چلو منظور ہے ... معاوضہ پہلے یا بعد میں؟"

"نصف پہلے ... نصف کام کے بعد ..." جم ہام بولا۔

"دس لاکھ روپے کا چیک لکھے دیتا ہوں ... بیرونی بنک کا ہے

... کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"اعتراض کیسا؟"

میز کے دوسری طرف بیٹھے سیاہ پوش نے میز کی دراز میں سے چیک بک نکالیا در چیک لکھنے لگا، پھر اس نے چیک بک میں سے چیک پھاڑ کر جم ہام کی طرف بڑھا دیا اور بولا:

"انٹرویو کے لیے صرف تین آدمی آئے تھے ... باقی لوگ تو اشتہار کے الفاظ کا مطلب ہی نہیں سمجھ سکے ... بہرحال میں نے ان تین میں سے تمہیں پسند کیا ہے ... مجھے امید ہے، تم میرے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤ گے، تاہم کسی مرحلے پر تم نے کوئی دھوکا بازی کرنا چاہی ... تو اس کا انجام بہت بھیانک ہوگا ہوگا، کیوں کہ تمہاری اس وقت کی گفتگو ہی ٹیپ نہیں ہوئی ... بلکہ یہ تمام منظر فلم بند بھی کر لیا گیا ہے ... اور تم اس بات کا اعتراف کر چکے ہو کہ اس ملک میں بھی تم نو آدمیوں کو ہلاک کر چکے ہو۔"

"جی ہاں جناب ... میں واقعی اقرار کر چکا ہوں، لیکن میں بھی کوئی کم چالاک آدمی نہیں ہوں ..." جم ہام نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" سیاہ پوش نے چونک کر کہا۔

"میں اس وقت میک اَپ میں ہوں ... اور آواز کو بھی بدل چکا ہوں ... لہٰذا یہاں سے جانے کے بعد اس شکل اور اس آواز کے آدمی کو آپ گرفتار نہیں کرا سکتے۔"

"نہیں جناب! میں نام نہیں بتاؤں گا... یہ میرا اُصول ہے..." جم ہام بولا۔

"بہت پیارا اُصول ہے... خوشی ہوئی جان کر... ایک آدمی کی زندگی کا خاتمہ کرنے کی کتنی فیس وصول کرتے رہے ہو؟"

"وناس اور انشارجہ میں تو میں نے بہت لمبی رقمیں وصول کیں، لیکن ہمارا ملک غریب ہے... یہاں لوگ اتنی رقم نہیں دے سکتے، تاہم دس لاکھ تک لے چکا ہوں۔"

"مجھ سے ریٹ طے کرو۔"

"آپ کیا دیں گے؟"

"مجھے تین آدمیوں کا کانٹا نکلوانا ہے... تینوں کی فیس بتا دو... انہیں ان کے گھرانوں اور گھروں سمیت ختم کرنا ہے..."

"تیس لاکھ روپے۔"

"یہ زیادہ ہیں... یہ بھی تو دیکھیں... میں اکٹھے تین آدمی ختم کرا رہا ہوں۔"

"ہاں! یہ تو ہے... آپ کو رعایت دی جانی چاہیے... خیر میں آپ سے بیس لاکھ روپے لے لوں گا۔"

"چلو منظور ہے... معاوضہ پہلے یا بعد میں؟"

"نصف پہلے... نصف کام کے بعد..." جم ہام بولا۔

"دس لاکھ روپے کا چیک لکھے دیتا ہوں... بیرونی بنک کا ہے

... کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"اعتراض کیسا؟"

میز کے دوسری طرف بیٹھے سیاہ پوش نے میز کی دراز میں سے چیک بک نکالیا ور چیک لکھنے لگا، پھر اس نے چیک بک میں سے چیک پھاڑ کر جم ہام کی طرف بڑھا دیا اور بولا:

"انٹرویو کے لیے صرف تین آدمی آئے تھے... باقی لوگ تو اشتہار کے الفاظ کا مطلب ہی نہیں سمجھ سکے... بہر حال میں نے ان تین میں سے تمہیں پسند کیا ہے... مجھے امید ہے، تم میرے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤ گے، تاہم کسی مرحلے پر تم نے کوئی دھوکا بازی کرنا چاہی... تو اس کا انجام بہت بھیانک ہوگا ہوگا، کیوں کہ تمہاری اس وقت کی گفتگو ہی ٹیپ نہیں ہوئی... بلکہ یہ تمام منظر فلم بند بھی کر لیا گیا ہے... اور تم اس بات کا اعتراف کر چکے ہو کہ اس ملک میں بھی تم نو آدمیوں کو ہلاک کر چکے ہو۔"

"جی ہاں جناب... میں واقعی اقرار کر چکا ہوں، لیکن میں بھی کوئی کم چالاک آدمی نہیں ہوں..." جم ہام نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" سیاہ پوش نے چونک کر کہا۔

"میں اس وقت میک اَپ میں ہوں... اور آواز کو بھی بدل چکا ہوں... لہٰذا یہاں سے جانے کے بعد اس شکل اور اس آواز کے آدمی کو آپ گرفتار نہیں کرا سکتے۔"

"بہت اچھے ... اس کا مطلب ہے، میں نے واقعی ایک بہترین کاری گر کو چنا ہے۔"

"پھر ... اب کیا ارادہ ہے ... آپ اس وقت صرف ایک آدمی کا نام بتائیں گے یا تینوں کا؟"

"تینوں کے نام ایک ہی بار دے دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"اب تم شاید ایک بات سوچ رہے ہو گے ... یہ کہ تم بھی تو نیچے جا کر میرے بارے میں پولیس کو اطلاع دے سکتے ہو ..." سیاہ پوش نے ہنس کر کہا۔

"ہاں! سوچ تو رہا ہوں۔"

"لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا ... یہ عمارت اپنی نوعیت کی عجیب ترین عمارت ہے ... یوں کہہ لو ... کسی بھول بھلیوں سے کم نہیں ... پولیس اس میں چکرا کر تو رہ سکتی ہے ... مجھے تلاش یا گرفتار نہیں کر سکتی۔"

"میں سمجھ گیا ... اس لیے ایسی کوئی کوشش نہیں کروں گا، اور مجھے ضرورت بھی کیا ہے ... ایسا کرنے کی ... میں آپ سے دس لاکھ روپے اور کیوں حاصل نہ کروں۔"

"اس کے بعد بھی تم میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکو گے ... ایسی کوشش کے نتیجے میں میرا تو کچھ نہیں بگڑے گا، ہاں تم ضرور نقصان

میں رہو گے۔"

"میں نقصان میں کس طرح رہوں گا؟" جم ہام نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ ٹھیک ہے ... تم اس وقت تک مجھ سے بیس لاکھ روپے وصول کر چکے ہو گے ... اور مجھے گرفتار کرانے سے بظاہر تم نقصان میں نہیں رہو گے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہو گا ... اول تو میں پولیس کے ہاتھ لگوں گا ہی نہیں ... کیوں کہ اس عمارت میں وہ مجھے تلاش نہیں کر سکتے ... جب کہ تم نے میری اصل شکل نہیں دیکھی ... آخر تم پولیس کو کیا حلیہ بتاؤ گے ... اس عمارت میں بہت سے کمرے ہیں ... اور پھر کمروں کے بھی کچھ راز ہیں ... جو نہ تمہیں معلوم ہیں نہ پولیس کو ... خیر ... کاغذ کی اس چٹ پر تینوں شکاروں کے نام، پتے، حلیے اور معلومات درج ہیں ... حروف ٹائپ شدہ ہیں ... اور میری انگلیوں کے نشانات بھی کاغذ پر سے نہیں اٹھائے جا سکیں گے ... میرے ہاتھوں پر اس وقت نظر نہ آنے والے دستانے موجود ہیں ... کیا سمجھے!"

"آپ بھی پورے استاد معلوم ہوتے ہیں ..." جم ہام نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ! ہم دونوں کے حق میں بہتر یہی رہے گا کہ ہم اپنا اپنا کام کریں اور ایک دوسرے کے چکر میں نہ پڑیں ... نہ ایک دوسرے کو گرفتار کرانے کی کوشش کریں۔"

'' ٹھیک ہے ... میں اس بات کا خیال رکھوں گا ... '' جم ہام نے چٹ لے کر اس پر ایک نظر ڈالی اور پھر اسے جیب میں رکھ لیا۔

'' یہ کام آج ہی ہو جانا چاہیے۔''

'' بہتر ... ہو جائے گا ... غالباً آپ یہ تو بتائیں گے نہیں کہ ان لوگوں سے آپ کو کیا دشمنی ہے؟''

'' نہیں! '' اس نے کہا۔

'' تو پھر اجازت ہے؟''

'' ہاں ! بالکل۔''

☆☆☆
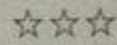
تم لوگ تیار ہو چکے یا نہیں؟ '' انسپکٹر جمشید نے غسل خانے سے نکلتے ہوئے کہا۔

'' جی نہیں ... ہمیں ایک اشتہار نے تیار نہیں ہونے دیا ... '' فاروق مسکرایا۔

'' تو اب تمہیں اشتہار بھی روکنے لگے ... حیرت ہے ... '' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

'' اشتہارات کا کیا ہے ابا جان ... ہمیں تو کوئی اور چیزیں بھی روک لیتی ہیں ... '' محمود بولا۔

'' اچھا خیر ... اشتہار کیا ہے ... یہ بھی تو بتاؤ۔''

'' لیجیے ... سنیے ... اشتہار کے الفاظ ہیں۔''

ضرورت ہے ایک بہت اعلیٰ درجے کے کاری گر کی جسے اپنی کاری گری پر ناز ہو اور کاری گری کے بہترین نمونے مختلف ممالک میں دکھا چکا ہو ... اور آج تک کسی بھی موقعے پر کسی قسم کا بھی نقصان اس نے نہ اُٹھایا ہو ... خاطر خواہ معاوضہ دیا جائے گا، صبح نو تا دس بجے ملاقات کے لیے آئیں۔

'' اس میں عجیب بات کیا ہے؟''

'' عجیب بات یہ ہے ابا جان کہ اشتہار میں یہ تو لکھا ہی نہیں گیا کہ کس قسم کے کاری گر کی ضرورت ہے۔''

'' ہوں ! یہ بات تو ہے ، لیکن اس قدر عجیب نہیں کہ ہم اس کو لے کر بیٹھ جائیں اور پارٹی میں جانے کا وقت بھی نکل جائے۔''

'' ایک بار اور ابا جان ... اس وقت پانچ بج رہے ہیں ... جب کہ انٹرویو آج صبح لیا بھی جا چکا ہوگا ... '' فرزانہ بولی۔

'' ایک بات اور بھی عجیب ہے ... اشتہار میں فون نمبر نہیں دیا گیا ... گویا فون پر تفصیل نہیں پوچھی جا سکتی ... اشتہار دینے والے کا نام بھی نہیں دیا گیا ... صرف پتا لکھا ہے ... بھوری بلڈنگ، لالی روڈ۔''

'' تو کیا ہوا ... ہم اس بلڈنگ کا فون نمبر خود معلوم کر سکتے ہیں

... '' انسپکٹر جمشید نے کہا، آگے بڑھے، ریسیور اُٹھا کر کوئی نمبر گھمایا ... اور
بولے:

'' انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں ... بھوری بلڈنگ کا فون نمبر کیا
ہے؟ ''

'' لالی روڈ والی کی بات کر رہے ہیں سر؟ '' دوسری طرف سے
کہا گیا۔

'' کیوں ... کیا بھوری بلڈنگ شہر میں اور بھی ہے؟ ''

'' جی ہاں! شہر میں اس نام کی تین بلڈنگیں ہیں۔ ''

'' ٹھیک ہے ... لالی روڈ والی کا نمبر بتا دیں۔ ''

'' اس عمارت میں ان گنت فون موجود ہیں۔ ''

'' اوہ اچھا ... شکریہ ... '' انہوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

'' وہاں تو نہ جانے کتنے فون موجود ہیں، گویا بہت بڑی عمارت
ہے ... خیر ... اگر تم زیادہ بے چینی محسوس کر رہے ہو تو ہم پہلے بھوری
بلڈنگ چلے چلتے ہیں ... ابھی پارٹی شروع ہونے میں دیر ہے۔ ''

'' یہ ٹھیک رہے گا ... معلوم تو ہو ... یہ انٹرویو کس نے لیا، کیسے لیا
... انٹرویو دینے کے لیے آنے والے کون لوگ تھے۔ ''

'' تو پھر چلو۔ ''

وہ کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئے ... بھوری بلڈنگ کے سامنے اُتر کر
انہوں نے باہر سے اس کا جائزہ لیا ... بہت بلند و بالا عمارت تھی ... اور

شاندار بھی۔

'' حیرت ہے ... اس قدر بڑی عمارت اور اشتہار میں کمرہ نمبر
تک نہیں لکھا گیا۔ ''

'' استقبالیہ والوں سے معلوم کرنا پڑے گا ... آؤ۔ ''

وہ عمارت میں داخل ہوئے ... دائیں ہاتھ ایک کاؤنٹر پر استقبالیہ
کی تختی رکھی تھی اور دو آدمی چوکس بیٹھے تھے، جوں ہی انسپکٹر جمشید ان کی
طرف بڑھے ... ان میں سے ایک نے با اخلاق لہجے میں کہا:

'' جی فرمائیے ... ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں؟ ''

'' اخبار میں ایک اشتہار دیا گیا ہے ... اشتہار میں پتا اس عمارت
کا ہے، لیکن کمرہ نمبر یا اشتہار دینے والے کا نام نہیں دیا گیا ... کیا آپ
کمرے کا نمبر یا اشتہار دینے والے کا نام بتا سکتے ہیں۔ ''

'' وہ انٹرویو تو صبح ہو چکا ہے جناب ... '' اس نے کہا۔

'' یہ تو ہم بھی جانتے ہیں ... ہمیں تو صرف اس کمرے کا نمبر
چاہیے ... جس میں انٹرویو لیا گیا ہے۔ ''

'' جی بہتر ... کمرے کا نمبر ۷۵ ہے ... ہمیں صبح سویرے فون
کر کے ہدایات دی گئی تھیں کہ اگر کوئی شخص انٹرویو کے آئے تو اسے
کمرہ نمبر ۷۵ میں بھیج دیا جائے۔ ''

'' شکریہ ... آؤ بھئی چلیں ... '' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

'' لفٹ کے ذریعے وہ دوسری منزل پر پہنچے ... اور کمرہ نمبر ۷۵

کے سامنے رُک گئے:

" بات کیا کرنا ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

" بس ... اس اشتہار کی بابت معلوم کریں گے۔"

" ہوں ٹھیک ہے ..." انہوں نے کہا اور دروازے کی گھنٹی بجا دی ... فوراً ہی ایک نوجوان خاتون نے دروازہ کھولا ... انسپکٹر جمشید کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے:

" آج کے اخبارات میں آپ کی طرف سے کوئی اشتہار تو نہیں دیا گیا تھا؟"

" اُف ... پھر وہی اشتہار ... نہ جانے کتنے لوگوں کو بتا چکی ہوں کہ وہ اشتہار میری طرف سے نہیں دیا گیا ..." خاتون نے جل بھن کر کہا۔

" کیا مطلب ... اشتہار آپ کی طرف سے نہیں دیا گیا؟"

" جی ہاں! یہ مجھ سے کسی ستم ظریف نے مذاق کیا ہے ... آپ کو شاید معلوم نہیں ... کہ اتفاق سے آج یکم اپریل بھی ہے۔"

" اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

" بات سمجھ میں آرہی ہے ... اسی لیے وہ اشتہار نامکمل تھا، لیکن پھر آپ نے کاؤنٹر والوں کو یہ ہدایت کیوں دی کہ جو بھی انٹرویو کے لیے آئے ... اسے کمرہ نمبر ۷۵ میں بھیج دیا جائے۔"

" کس کم بخت نے یہ ہدایت دی ہے ... یہ بھی اشتہار دینے

والے کی شرارت ہے ... غالباً وہ اسی عمارت کے کسی کمرے میں رہتا ہے۔"

" ہوں! کیا اس عمارت میں سب کرائے دار رہتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

" جی ہاں! کچھ لوگوں نے رہائش اختیار کر رکھی ہے اور کچھ نے دفتر کھول رکھے ہیں۔"

" اور آپ خود کیا کرتی ہیں؟"

" میں نے اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ یہاں رہائش اختیار کر رکھی ہے ... ایک دفتر میں ملازمت کرتی ہوں ..." اس نے کہا۔

" لیکن اس شاندار عمارت کا کرایہ تو بہت زیادہ ہوگا؟"

" میں بھی ایک بہت بڑی فرم کے مالک کی سیکرٹری ہوں، اور ساڑھے چار ہزار روپے تنخواہ لیتی ہوں ... شارٹ ہینڈ اور ٹائپ میں میں نے کچھ ریکارڈ قائم کیے ہیں۔"

" بہت خوب ... اور یہاں کتنا کرایہ دیتی ہیں؟"

" ڈیڑھ ہزار۔"

" لیکن اگر آپ کوئی چھوٹا سا مکان کرائے پر لے کر رہتیں تو زیادہ سے زیادہ پانچ سو روپے کا مل جاتا ... آپ کا ایک ہزار بچ جایا کرتا۔"

" ایسے رہائشی علاقوں میں پڑوسی طرح طرح کی باتیں کرتے

ہیں ... یہاں ہر کوئی اپنے کام سے غرض رکھتا ہے، دوسرے کی طرف دیکھنے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔''

''ہوں ... بہت بہت شکریہ ... ہم نے آپ کو زحمت دی۔''

''تو کیا آپ بھی انٹرویو دینے آئے تھے؟'' خاتون نے حیران ہو کر کہا۔

''ارے نہیں ... دراصل وہ اشتہار ہمیں عجیب سا لگا تھا۔''

''ہاں یہ تو ہے ... شروع میں جب دو تین آدمی آئے تو میں بھی اس کو دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی ... اور پھر یہ سوچ کر دفتر چلی گئی تھی کہ کسی نے اپریل فول منایا ہے ... والدہ صاحبہ کو بتا کر گئی تھی ... وہ بے چاری لوگوں کو بتاتے بتاتے تھک گئیں ... اور اب سو رہی ہیں ...'' خاتون نے بتایا۔

''آپ نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔''

''میرا نام ... ہاں کیوں نہیں ... میں ثمینہ رفیق ہوں۔''

''رفیق صاحب ... آپ کے۔''

''والد تھے ... مرحوم ...'' اس نے کہا۔

''اور آپ کس دفتر میں کام کرتی ہیں؟'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''آخر آپ اس قدر سوالات کیوں کر رہے ہیں؟''

''بس ... اسے میری عادت سمجھ لیں اور کوئی بات نہیں۔''

''خیر ... میں اظہار لمیٹڈ میں ملازم ہوں۔''

''جی شکریہ ... آؤ بھئی چلیں۔''

وہ مڑے اور نیچے آ کر کار میں بیٹھ گئے:

''کیوں بھئی ... ہو گیا اطمینان۔''

''ابھی پوری طرح اطمینان تو خیر نہیں ہوا ...'' فاروق نے کہا۔

''کیوں! اب کیا بات رہ گئی ... آج واقعی یکم اپریل ہے۔''

''اس کے باوجود اس اشتہار کے الفاظ ہمیں عجیب محسوس ہو رہے ہیں ...'' محمود نے کہا۔

''اچھا تو پھر ایک بات سنو ... خود مجھے بھی الفاظ ابھی تک عجیب محسوس ہو رہے ہیں اور میں بھی پوری طرح مطمئن نہیں ہوا ... بلکہ اس معاملے میں جرم کی بو بھی محسوس کر رہا ہوں۔''

''ارے!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''آپ تو ہم سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھ گئے ابا جان ... جرم کی بُو تو ابھی ہم نہیں سونگھ سکے تھے۔''

''بات دراصل یہ ہے کہ یہ اشتہار میں نے صبح سویرے ہی پڑھ لیا تھا ...'' وہ مسکرائے۔

''ہائیں ... اچھا ...'' فاروق کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! ایک سادہ لباس والا بھوری بلڈنگ کی نگرانی بھی کر رہا ہے، لیکن ابھی تک ہمیں کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی ... اس نے بتایا ہے کہ انٹرویو کے لیے آنے والوں کو کمرہ نمبر ۷۵ کی طرف بھیجا جاتا

رہا ہے۔''

''اوہ ... یہ آپ نے پہلے نہیں بتایا ... خیر ... تب پھر اس معاملے میں جرم کی بُو کہاں رہ گئی۔''

''ہاں! معاملہ ہر طرح صاف ہو جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود مجھے جُرم کی بُو آ رہی ہے۔''

''خیر ... پھر ہم اس معاملے میں مزید غور کر لیتے ہیں۔''

''بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ پارٹی سے فارغ ہو کر تم ذرا پھر ثمینہ رفیق سے ملاقات کرنا ... اس وقت میں ساتھ نہیں ہوں گا، لہٰذا وہ تمہیں اپنے کمرے میں لے جانے پر مجبور ہوگی ... اس بہانے تم اندر سے کمرے کا جائزہ لے سکو گے اور اس کی والدہ کو بھی ایک نظر دیکھ لو گے۔''

''بہت بہتر ... ہم ضرور ایسا کریں گے ...'' محمود نے پُرجوش انداز میں کہا۔

ان کی کار ایک حویلی نما عمارت کے سامنے رُکی ... اور پھر انسپکٹر جمشید کا منہ بن گیا:

''یہ کیا بھئی ...'' ان کے منہ سے نکلا۔

''معلوم ہوتا ہے ... کوئی ہم سے بھی اپریل فول کھیل گیا ... کیا مصیبت ہے ...'' فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

''اب پارٹی کا ذکر نہ کرنا ... ہم سلیمان پاشا سے ملیں گے ضرور ...'' یہ کہہ کر انہوں نے گھنٹی بجانے کا اشارہ کیا ... محمود نے گھنٹی کا بٹن

دبایا، فوراً ایک ملازم نے دروازہ کھولا اور اُن کو دیکھ کر چونک اُٹھا:

''اوہو ... آپ ہیں ... السلام علیکم جناب۔''

''وعلیکم السلام ... کیا حال ہے وارث ... پاشا صاحب ہیں یا نہیں؟''

''ہاں! ہیں، لیکن بہت غصے میں ہیں۔''

''غصے میں اور پاشا صاحب ... کیوں؟''

''کسی نے ان کی طرف سے ان کے دوستوں کو آج شام کی دعوت دے دی، لیکن ان کے فرشتوں کو بھی پتا نہیں، لہٰذا دوست پر دوست چلے آ رہے ہیں۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا۔

وارث تو انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا، لیکن وہ ایک دوسرے کو اس طرح گھور رہے تھے جیسے شہر کے سب لوگ پاگل ہو گئے ہوں ... اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی اور سلیمان پاشا اندر داخل ہوئے ... وہ نوجوان اور صحت مند آدمی تھے اور شہر کے مشہور رئیس تھے ... بے شمار زمینوں کے مالک تھے:

''اللہ کا شکر ہے جمشید ... آپ نے آ کر پارٹی کی بات نہیں کی۔''

''میں وارث سے سُن چکا ہوں ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے، پھر بولے:

"لیکن بھئی ... اس میں غصے ہونے یا جھنجلانے کی کیا ضرورت تھی ... آنے والوں کے لیے دعوت کا انتظام شروع کرا لیا جاتا۔"

"اس قدر جلد دعوت کا انتظام کس طرح ہو سکتا تھا؟"

"ہوں! آپ کو بھی تو یاد رکھنا چاہیے تھا کہ آج یکم اپریل ہے۔"

"بس ذہن سے نکل گئی بات، دوسرے یہ کہ مجھ سے کبھی کسی نے ایسا مذاق نہیں کیا ... ارے ہاں ... آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آج ادھر کیسے بھول پڑے۔"

"بس کیا بتائیں ... یوں ہی آگئے ... آپ کو اب تک یہ بھی معلوم نہیں ہوا، اپریل فول آپ سے کس نے منایا ہے؟"

"اگر معلوم ہو جاتا تو اس کا منہ نہ نوچ لیتا۔"

"ایسا کون شخص ہے ... جسے آپ کے سب دوستوں کے نام اور پتے معلوم ہیں؟"

"اوہ! اس پہلو کی طرف تو میں نے توجہ دی ہی نہیں۔"

"سوچنا تو چاہیے ... تاکہ اسے سمجھایا جا سکے۔"

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی ... اور وارث چائے کی ٹرے اُٹھائے اندر داخل ہوا ... ٹرے کے ایک طرف ایک چھوٹا سا پیکٹ بھی موجود تھا۔

"یہ پیکٹ کیسا ہے؟"

"ابھی ابھی ایک شخص دے گیا ہے ... آپ کے لیے ہے۔"

"اور تم نے اس سے پوچھا ہیں ... یہ کیا ہے اور کس نے بھیجا ہے؟"

"جی پوچھا تھا ... اس نے بتایا کہ یہ پیکٹ تحفہ ہے سر امتیاز کی طرف سے۔"

"اوہ سر امتیاز، میرا گہرا دوست ... لل ... لیکن ... کیا اس نے بھی اپریل فول تو نہیں منایا اور اس پیکٹ میں۔"

عین اسی وقت ایک عجیب بات ہوئی ... فرزانہ نے پیکٹ اُٹھایا اور کھڑکی سے باہر باغ میں پھینک دیا ... اور پھر کان پھاڑ دینا والا ایک دھماکا ہوا ... پوری کوٹھی لرز کر رہ گئی ... ان پر بہت سا ملبہ آ گرا اور ان کے ذہن تاریکی میں ڈوبتے چلے گئے۔

آنکھ کھلی تو سب کے سب ہسپتال میں تھے ... اور ان کے گرد خان رحمان، پروفیسر داؤد، بیگم جمشید اور باقی سب لوگ جمع تھے ... سلیمان پاشا کے گھر کے تمام افراد بھی اسی ہال میں بستروں پر لیٹے تھے۔

"اللہ کا احسان ہے ... تم لوگ ہوش میں تو آئے ..." پروفیسر داؤد نے چہک کر کہا۔

"سب لوگ بچ تو گئے نا؟"

"ہاں! لیکن پاشا صاحب کی کوٹھی پوری طرح تباہ ہوگئی، اگرچہ

بم باغ میں گرا، لیکن اس کے باوجود کوٹھی کی تباہی خوف ناک ہوئی ہے ... اگر کہیں بم کوٹھی پر گرتا تو شاید ...'' خان رحمان بولے۔

'' بم مارا نہیں گیا خان رحمان ... کوٹھی میں موجود تھا ... فرزانہ نے اُٹھا کر باہر پھینک دیا تھا ... اُف مالک ... اگر ... اگر فرزانہ اسے باہر نہ پھینک دیتی تو ہم سب ختم تھے۔''

'' کیا ... جمشید ... بم کوٹھی میں موجود تھا؟''

'' ہاں! چند منٹ پہلے کوئی شخص دے گیا تھا۔''

'' اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

گُل دستہ

تھوڑی دیر بعد ان کے حواس بحال ہو چکے تھے ... انسپکٹر جمشید سے اب لیٹا نہ گیا، اُٹھے اور وارث کے بستر کی طرف آئے ... محمود، فاروق اور فرزانہ بھی نہ رہ سکے:

'' وارث ... تم ٹھیک ہو ... ذہن کام کر رہا ہے ...'' وہ بولے۔

'' جی ہاں '' اس نے کہا۔

'' اس آدمی کا حلیہ کیا تھا ... جس نے پیکٹ دیا تھا؟''

'' اس کا قد درمیانہ اور جسم موٹا تھا ... رنگ سانولہ، آنکھیں چھوٹی ... گال پھولے ہوئے تھے ... اور ناک پر زخم کا نشان تھا۔''

'' محمود! یہ حلیہ نوٹ کر لو ... اکرام ... اس حلیے کے آدمی کی تلاش شروع کرا دو۔''

'' او کے سر۔''

اب وہ سلیمان پاشا کی طرف آئے:

'' آپ سے سر امتیاز کو کوئی دشمنی تو نہیں ہے؟''

"ارے نہیں ... وہ تو میرے بہت اچھے دوست ہیں۔"

"بعض اوقات بہت اچھے دوست بھی دشمنی پر اُتر آتے ہیں۔"

"لیکن کوئی وجہ بھی تو ہو۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے ... خیر ... میں دیکھ لوں گا کہ یہ بم کس نے بھیجا تھا اور کیوں ... آؤ بھئی چلیں۔"

"تو کیا جمشید ... تم اسی وقت ہسپتال چھوڑ رہے ہو؟"

"ہاں! اب یہ معاملہ مجھے چین نہیں لینے دے گا ... اکرام ... تم اپنے ماتحت یہاں مقرر کر دو ... پاشا صاحب کا دشمن جب یہ سنے گا کہ یہ بچ گئے ہیں تو کہیں یہاں حملہ آور نہ ہو جائے ..."

"فکر نہ کریں سر ... ہم اسے ان کے پاس نہیں پھٹکنے دیں گے۔
"

"ٹھیک ہے ... میں ذرا سر امتیاز سے مل آؤں۔"

"نہیں جمشید صاحب ... وہ میرا گہرا دوست ہے ... ایسا نہیں کر سکتا ..." پاشا نے اپنے بستر پر سے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ پیکٹ دینے والے نے ان کا نام کیوں لیا تھا؟
"

"پیکٹ بھیجنے والے کو ہم دونوں کی دوستی کے بارے میں معلوم ہوگا ... اس نام کا سہارا لے کر پیکٹ اندر بھیجنا آسان تھا ..." سلیمان پاشا بولے۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے، لیکن مجھے پھر بھی سر امتیاز سے ملنا ہوگا ... میرا طریقہ کار کچھ ایسا ہی ہے ... ویسے آپ فکر نہ کریں ... میں انہیں مجرم نہیں خیال کر رہا۔"

"اچھا ... جیسے آپ کی مرضی ..." انہوں نے کہا۔

انسپکٹر جمشید کو سر امتیاز کی کوٹھی کا پتا تھا ... ان کے ساتھ باقی لوگ بھی ہسپتال سے نکل آئے:

"خان رحمان ... تم ان سب کو لے کر گھر چلو ... ہم تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گے۔"

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا ... جمشید کہ تم لوگ ابھی کچھ دیر آرام کر لو ... دھماکے کا اثر ابھی حواس پر ہوگا۔"

"نہیں! اب آرام نہیں ہوگا ... قاتل نے بہت خوفناک وار کیا ہے ... سوال یہ ہے کہ کیوں ... اگر اسے سلیمان پاشا سے کوئی دشمنی تھی تو صرف ان پر وار کرتا ... اس نے تو پورے گھر کا صفایا کرنے کا پروگرام بنا ڈالا ... آخر ان کے بیوی بچوں کا کیا قصور تھا ... اور سات میں ہم بھی مارے گئے تھے ... اسے لکھ لو خان رحمان ... وہ پھر حملہ کرے گا۔"

"اوہ ... تب تو سلیمان پاشا کی حفاظت کا خاص انتظام کرنا چاہیے تھا۔"

"اکرام کو ہدایت دینے کا مطلب یہی تھا ... وہ میرا اشارہ سمجھ گیا تھا ... اب اپنے ماتحتوں کا جال پھیلا دے گا ... وہ بہت ہوشیار

ہے۔‘‘

’’خیر ... میں ان کو لے کر چلتا ہوں ، لیکن میں تمہارے لیے فکر مند رہوں گا۔‘‘

’’اللہ پر بھروسا رکھو۔‘‘

انہوں نے کار سر امتیاز کی کوٹھی کی طرف موڑ دی ... سر امتیاز سے ان کی کئی بار ملاقات ہو چکی تھی، پھر بھی انہوں نے قدرے حیران ہو کر ان کا استقبال کیا:

’’آپ کو شاید ہماری آمد پر حیرت ہوئی؟‘‘

’’ہاں! آپ کا آنا بلاوجہ نہیں ہو سکتا ...‘‘ وہ بولے۔

’’ہاں ٹھیک ہے ... چند گھنٹے پہلے سلیمان پاشا کو ایک پیکٹ موصول ہوا ہے ... پیکٹ دینے والے نے یہ کہہ کر ان کے ملازم کو دیا کہ یہ سر امتیاز صاحب کی طرف سے ہے۔‘‘

’’کیا!‘‘ وہ اُچھل پڑے۔

’’جی ہاں! ملازم پیکٹ لے کر اندر آ گیا ... اس وقت اتفاق سے ہم بھی ان کے پاس موجود تھے ... پیکٹ کے بارے میں بتا کر ملازم نے وہ پاشا صاحب کے سامنے رکھ دیا ... اور اسی وقت میری بچی نے پیکٹ اُٹھا کر کھڑکی سے باہر باغ میں پھینک دیا۔‘‘

’’باہر پھینک دیا ... کیوں؟‘‘

’’اور جوں ہی وہ باہر گرا ... کان پھاڑ دینے والا ایک دھماکا ہوا

... ان کی پوری کوٹھی تباہ ہو گئی ... ہم بے ہوش ہو گئے ... ہمیں ہوش ہسپتال میں آیا۔‘‘

’’اُف مالک ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ... ان لوگوں کا کیا حال ہے؟‘‘

’’سب خیریت سے ہیں ... بال بال بچے ہیں ... اگر بم باہر نہ پھینک دیا جاتا تو ہر شاید کوئی نہ بچتا۔‘‘

’’اللہ کا شکر ہے ... مجھے فوری طور پر ہسپتال پہنچنا چاہیے ...‘‘ انہوں نے بے چین ہو کر کہا۔

’’اس سارے واقعے میں عجیب ترین بات بس یہ ہے کہ اس شخص نے پیکٹ دیتے ہوئے آپ کا نام لیا تھا۔‘‘

’’لل، لیکن میں نے ایسا کوئی پیکٹ نہیں بھیجا ... وہ تو میرے گہرے دوست ہیں، مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔‘‘

’’جی ہاں ! یہ تو ہے ... اب یہی دیکھنا ہے ... کہ پیکٹ آپ کا نام لے کر کون بھیج سکتا ہے۔‘‘

’’بے شمار لوگ ہماری گہری دوستی سے واقف ہیں۔‘‘

’’گویا آپ کوئی خیال ظاہر نہیں کر سکتے۔‘‘

’’جی ... جی نہیں ... بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں ...‘‘ انہوں نے کہا۔

’’پھر بھی ... آپ غور ضرور کرتے رہیے گا ... اگر کوئی رائے قائم

کر سکیں تو ہمیں فون کر دیں۔"

"اچھی بات ہے..." انہوں نے کہا۔

وہ جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے، لیکن پھر انسپکٹر جمشید ٹھٹک کر رک گئے... ان کی آنکھوں میں اُلجھن تیر گئی:

"خیر تو ہے... آپ کچھ پریشان ہو گئے ہیں؟" سر امتیاز نے گھبرا کر کہا۔

"آپ جس قدر جلد ممکن ہو... گھر خالی کر دیں۔"

"کک... کیا مطلب؟"

"میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں... جلدی کریں... آؤ بھئی... دوڑ لگا دو باہر کی طرف..." انسپکٹر جمشید نے ان سے کہا۔

"مم... میرے بیوی بچے..." سر امتیاز نے چلا کر کہا۔

"اوہ ہاں... ان کو بھی باہر نکلنا ہوگا... جلدی کریں۔"

انہوں نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی... اور پھر سر امتیاز کے بچوں کو باہر لے آئے... وہ اپنی بیوی کو باہر لے آئے۔

"اب کوٹھی سے جس قدر دور پہنچ سکتے ہیں، پہنچ جائیں۔"

"لیکن بات کیا ہے؟"

"میں محسوس کر رہا ہوں... یہاں بھی ایسا ہی دھماکا ہونے والا ہے۔"

"یہ آپ کا وہم ہے..." سر امتیاز نے جلدی سے کہا۔

"چلیے اگر یہ وہم بھی ہے تو باہر نکل کر ہمارا کیا نقصان ہو گیا..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! یہ تو ہے۔"

وہ کوٹھی سے دور ہٹ آئے۔

"دائیں اور بائیں کوٹھیوں کو بھی تو نقصان پہنچے گا ابا جان ان کو بھی نکال لینا چاہیے..." فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے... اچھا... تم لوگ یہیں ٹھہرو، یہ کام میں کروں گا۔"

اور انہوں نے دائیں طرف والی کوٹھی کی طرف دوڑ لگا دی... نزدیک پہنچ کر دروازہ دھڑ دھڑا ڈالا... دروازہ کھلتے ہی وہ چلا اُٹھے:

"سر امتیاز صاحب کی کوٹھی میں بم رکھ دیا گیا ہے... آپ لوگ بھی فوری طور پر باہر نکل آئیں... جس قدر جلد ممکن ہو..." یہ کہتے ہوئے انہوں نے بائیں کوٹھی کی طرف دوڑ لگا دی۔

تھوڑی دیر بعد تینوں کوٹھیوں کے افراد اور وہ دور کھڑے تھے اور گزرنے والے ان کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"گزرنے والوں کو بھی روکنا چاہیے... بلکہ بہتر تو یہ ہو گا کہ پولیس کو بلا لیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

ان کے نزدیک مجمع بڑھتا چلا گیا، پھر پولیس پہنچ گئی... لیکن دھماکا

نہ ہوا:

'' آپ کو وہم ہوا ہے جناب...'' سر امتیاز نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

'' نہیں ... ٹھہریے ... میں آپ کے ملازم سے چند سوالات کرتا ہوں ...'' یہ کہہ کر وہ ملازم کی طرف مڑے:

'' کوئی شخص کوئی چیز تو نہیں دے گیا تھا؟ ''

'' کک ... کیا مطلب! ''

'' امتیاز صاحب کے لیے کسی نے کوئی تحفہ تو نہیں بھیجا تھا ؟ '' انہوں نے پوچھا۔

'' جی ... جی ہاں ... ایک صاحب ایک گل دستہ دے تو گئے تھے ... ''

'' اوہ ! وہ گل دستہ اسی کمرے میں تھا ... جس میں تھوڑی دیر پہلے ہم بیٹھے تھے۔ ''

'' ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔ ''

'' تم نے امتیاز صاحب کو گل دستے کے بارے میں بتایا تھا؟ ''

'' جی ہاں ... بتایا تھا ... گل دستہ ان کے دوست رؤف خان نے بھیجا تھا ...'' اس نے بتایا۔

'' کیوں جناب ... رؤف خان آپ کے دوست ہیں؟ ''

'' بہت گہرے ... مین ان پر کسی قسم کا کوئی شک نہیں کر سکتا ... ''

سر امتیاز بولے۔

'' تو پھر مہربانی فرما کر ذرا ان کو فون کریں ... اور معلوم کریں کہ انہوں نے آپ کو کوئی گل دستہ بھیجا ہے۔ ''

'' اچھی بات ہے ... ابھی معلوم کر دیتا ہوں ...'' انہوں نے کہا اور ایک گھر کی طرف چلے گئے ... وہیں سے تھوڑی دیر پہلے انسپکٹر جمشید نے فون کیا تھا۔

'' ابا جان ... آخر آپ کو بم کا خیال کیوں کر آ گیا ... آپ فرزانہ تو نہیں ہیں ...'' فاروق نے حیران زدہ انداز میں کہا۔

'' ہاں! میرے کان فرزانہ کی نسبت کم تیز ہیں، لیکن اس گل دستے کو میں نے غور سے دیکھ لیا تھا ... بات صرف اتنی سی ہے کہ گل دستے کو دیکھنے کے لیے آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے، کانوں کی نہیں۔ ''

'' یہ بات تو خیر ہم بھی جانتے ہیں۔ ''

'' جی ... کیا مطلب؟ ''

'' جب کسی کو کوئی چیز بطور تحفہ بھیجی جاتی ہے تو اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ اس میں نفاست بھی ہو اور سلیقہ بھی، لیکن اس گل دستے میں نہ تو مجھے نفاست نظر آئی ... نہ سلیقہ ... میں نے مالیوں کے ہاتھوں کے بنے ہوئے گل دستے اکثر دیکھے ہیں ... اور میں جانتا ہوں گل دستہ کیا چیز ہوتی ہے، لیکن وہ گل دستہ بہت بے ترتیب سا تھا ... دوسرے یہ کہ اس کا نچلا حصہ بہت موٹا ہے، جب کہ گل دستے کا نچلا

حصہ تھوڑا بہت ہی موٹا ہوتا ہے۔"

"آپ ... کا مطلب ہے ... اس گل دستے میں۔"

"ہاں! اس میں بم ہو سکتا ہے ... اس کا زبردست امکان ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے ... آج تو جہاں جا رہے ہیں، بموں سے ملاقات ہو رہی ہے ..." فاروق نے پریشان ہو کر کہا۔

اسی وقت سر امتیاز آتے نظر آئے ... ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"اس کا مطلب ہے ... انہوں نے آپ کو کوئی گل دستہ نہیں بھیجا۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"تب پھر مجھے وہم نہیں ہوا ... خطرہ موجود ہے ... آپ کے دوست رؤف خان کا فون نمبر کیا ہے؟"

"کیوں ... ان کے نمبر کی کیا ضرورت پڑ گئی۔"

"جلدی نمبر بتائیں ... وجہ پھر بتاؤں گا ..." انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"۹۴۳۲۱۔" انہوں نے کہا اور انسپکٹر جمشید نے فون والے گھر کی طرف دوڑ لگا دی ... سب کا مارے حیرت اور خوف کے بُرا حال تھا۔

انسپکٹر جمشید نے رؤف خان کے نمبر ملائے ... سلسلہ ملتے ہی وہ بولے:

"آپ رؤف خان ہی ہیں نا؟"

"جی ہاں! آپ کون ہیں؟"

"میری بات غور سے سنیے ... میں انسپکٹر جمشید ہوں اور آپ کو خطرے سے نکالنا چاہتا ہوں ... اگر آپ کو اپنے کسی دوست کی طرف سے کوئی تحفہ ملا ہو تو فوراً اپنے گھر سے باہر نکل آئیں بلکہ آس پاس والوں کو بھی گھروں سے نکالنے کی کوشش کریں۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ مطلب سمجھانے کا وقت نہیں ہے ... آپ کی طرف سے سر امتیاز کو گل دستہ بھیجا جا چکا ہے اور سر امتیاز کی طرف سے سلیمان پاشا کو ایک پیکٹ تحفے میں مل چکا ہے، لیکن کسی نے بھی کسی کو کوئی تحفہ نہیں بھیجا ... سلیمان پاشا کے گھر میں بم کا دھماکا ہو چکا ہے ... لہٰذا جلدی کریں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا ... اسی وقت کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا ... انہوں نے باہر نکل کر دیکھا ... سر امتیاز کی کوٹھی کی جگہ اب ملبے کا ڈھیر نظر آ رہا تھا ... اور باہر کھڑے لوگ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ڈھیر کو دیکھ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

وہ کون

''آؤ بھئی ... ہمارے کام یہاں ختم ہو گیا ... اب ہمیں رؤف خان کی طرف دوڑ پڑنا چاہیے ... میرا خیال ہے ... وہ بھی خطرے میں ہیں ...'' انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا اور دوڑ لگا دی۔

ان کی کار آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتی رؤف خان کی کوٹھی کے نزدیک پہنچ گئی ... پتا انہوں نے سر امتیاز سے پوچھ لیا تھا ... یہ دیکھ کر ان کی پریشانی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا کہ رؤف خان کی کوٹھی کے باہر کوئی بھی موجود نہیں تھا ... گویا رؤف خان نے ان کے فون پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

''تم لوگ یہیں رک جاؤ ... نزدیک نہ آنا ...'' یہ کہہ ک وہ کوٹھی کیط رف دوڑے اور گھنٹی کا بٹن دبا کر پیچھے ہٹ آئے ... جلد ہی ایک ملازم نے دروازہ کھولا ... انہوں نے فوراً کہا:

''سر امتیاز کی کوٹھی بھی بم سے اُڑ چکی ہے ... اور سلیمان پاشا کی بھی ... فوراً سب لوگ باہر نکل آئیں۔''

ملازم نے یہ الفاظ حیران ہو کر سنے، پھر اندر کی طرف دوڑا ... جلدی رؤف خان آتے نظر آئے:

''اوہو ... انسپکٹر جمشید ... آپ ہیں۔''

''میں نے آپ کو فون کیا تھا۔''

''ہاں، لیکن میں نے فوراً ہی فیصلہ کر لیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے ... آپ کو ضرور وہم ہوا ہے۔''

''آپ کو کوئی تحفہ تو نہیں ملا؟''

''ہاں! تحفہ تو خیر ضرور ملا ہے۔''

''تب تو اللہ کے لیے جلد باہر نکل آئیں ... آپ کے دونوں دوستوں کی کوٹھیاں ملبے کا ڈھیر بن چکی ہیں ... تحائف کی صورت میں بہت خوف ناک بم اندر پہنچائے گئے ہیں۔''

''اگر آپ کہتے ہیں تو نکل آتے ہیں ... ویسے مجھے یقین ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''سر امتیاز کا بھی یہی خیال تھا، لیکن اب وہ اس ملبے کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔''

''خیر ... ہم باہر آجاتے ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف چلے گئے ... انسپکٹر جمشید بے تابانہ انداز میں ان کی طرف لوٹ آئے:

''کس قدر لاپروائی سے کام لیا ہے اس شخص نے ...'' وہ

بولے۔

"اللہ تعالیٰ محفوظ رکھیں ..." فرزانہ بولی۔

تین منٹ بعد وہ لوگ بھی باہر آچکے تھے ... اور ان کے صرف نو منٹ بعد دھماکا ہوگیا ... اب رؤف خان کا منہ دیکھنے والا تھا۔

"اُف مالک ... اگر آپ لوگ نہ آجاتے ... تو میں تو گھر سے نہ نکلتا ..." انہوں نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا۔

"جسے اللہ رکھے، اسے کون چکھے۔"

"لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی آپ تینوں دوستوں کو کیوں ہلاک کرنا چاہتا ہے ... ارے ہاں ... میں نے یہ تو پوچھا ہی نہیں ... آپ کو تحفہ کون دے گیا تھا اور کس کے نام سے دے گیا تھا؟"

"سلیمان پاشا کے نام سے ... ایک بڑا کیسٹ موصول ہوا ہے، ملازم وہ میرے سامنے لایا ... اور میں نے اسے اسی طرح رکھ دینے کا حکم دیا۔"

"سلیمان پاشا نے آپ کو کوئی تحفہ نہیں بھیجا ... نہ ان کو سر امتیاز نے ... نہ آپ نے سر امتیاز کو ... مطلب یہ کہ کوئی شخص آپ تینوں کو ... بلکہ آپ تینوں کے گھرانوں کو ہلاک کرنے پر تلا بیٹھا ہے ... اور آپ لوگ بدستور خطرے میں ہیں۔"

"جی ... کیا مطلب؟"

"ہاں! جب اسے معلوم ہوگا ... کہ اس کے تینوں وار خالی گئے تو

وہ پھر حملہ آور ہوگا ... بلکہ اب تک تو اسے اپنی ناکامیوں کی اطلاع ہو بھی گئی ہوگی ... اور وہ دوسرے حملے کے لیے پر تول چکا ہوگا۔"

"اب ہم کیا کریں؟"

"آپ فوری طور پر میرے ساتھ آیئے۔"

انہوں نے ان کو اپنی کار میں بٹھایا اور سر امتیاز کی طرف آئے ... انہیں بھی ساتھ لیا اور ہسپتال آئے ... ہسپتال میں اکرام اور اس کے ماتحت پوری طرح چوکس تھے۔

"کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی ابھی تک؟"

"جی نہیں!"

"اب ان کی حالت کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے ... یہاں سے جانے کے قابل ہیں۔"

"تو پھر ان لوگوں کو بھی ساتھ لے چلو ... ہم انہیں ایک جگہ جمع کرنا چاہتے ہیں۔"

آدھ گھنٹے بعد تینوں گھرانے ان کے ہاں موجود تھے ... عورتوں اور بچوں کو بیگم جمشید کے حوالے کر دیا گیا اور وہ ان تینوں کو لے کر ڈرائنگ روم میں آبیٹھے ... انسپکٹر جمشید کا گھر اب پوری طرح سادہ لباس والوں کے گھیرے میں تھا۔

"میرا آپ سے سوال ہے ... وہ کون ہے ... جو آپ تینوں دوستوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے ... اور کیوں؟"

☆☆☆

انسپکٹر جمشید کے خاموش ہونے پر کمرے میں سناٹا طاری ہوگیا... وہ تینوں سوچ میں ڈوب گئے ... آخر سلیمان پاشا نے کہا:

"افسوس ... میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔"

"اور میں بھی نہیں ..." سر امتیاز نے کہا

"نہ میں ..." رؤف خان نے انکار میں سر ہلایا۔

"لیکن کوئی شخص ایسا ضرور موجود ہے ... جو آپ تینوں کو مکمل طور پر ختم کر دینے پر تلا ہوا ہے ... نہ صرف آپ لوگوں کو ... بلکہ آپ کے بیوی، بچوں اور گھروں کو بھی ... اس کا مطلب ہے ... آپ تینوں کا کوئی دشمن ضرور ہے ... اور وہ دشمن کون ہے ... یہ آپ بتائیں گے۔"

"یہی تو مصیبت ہے ... ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے ..." سر امتیاز نے کہا۔

"اس بات پر کیسے یقین آ سکتا ہے ... آپ تینوں پر ہولناک قسم کے حملے کیے گئے ... اور باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی ... حملہ آور کو یہ بھی معلوم تھا کہ آپ لوگ آپس میں گہرے دوست ہیں ... تبھی تو اس نے ایک دوسرے کے نام سے تحائف بھیجے ... اس قدر منصوبہ بندی کے بعد تو صاف اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کوئی بہت زبردست قسم کا دشمن ہے جو آپ کے پورے گھرانوں کو ختم کر دینے کا خواہش مند ہے۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن ہم بھی سچے ہیں ... ہمارا کوئی دشمن نہیں ... نہ ہمارا کسی سے کوئی جھگڑا ہے، پھر آخر وہ کون ہے؟"

"آپ کو اپنے ذہنوں پر زور دینا ہوگا ... اور جب تک میں مجرم کو گرفتار نہیں کر لیتا، آپ کو یہیں ٹھہرنا ہوگا۔"

"ہم ذہنوں پر تو پہلے ہی زور دے رہے ہیں ..." سر امتیاز نے کہا۔

"کاروباری رقابت تو نہیں کسی سے؟"

"نہیں ... ہماری تو بس زمینیں ہیں ... اور ان زمینوں کے بارے میں کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔"

"تب پھر یہ بہت ہی عجیب بات ہے ... یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ قتل کے مجرم نے بھول میں تین بم آپ لوگوں کے گھر میں پہنچا دیے تھے اور لوگوں کے لیے تھے ہی نہیں ... باقاعدہ نام لے کر تحفے دیے گئے ہیں ..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"عقلیں دنگ ہیں ... ہم بُری طرح چکرا رہے ہیں ... اس کے باوجود بات سمجھ میں نہیں آ رہی ..." رؤف خان نے پریشان ہو کر کہا۔

"تب پھر صرف دو باتیں ہو سکتی ہیں ... یا تو آپ لوگوں سے کسی کو خوہ مخواہ کا بیر ہے ... وہ آپ لوگوں سے ... آپ کی دوستی سے یا آپ کی دولت مندی سے جلتا ہے ... اور اس جلن سے تنگ آ کر اس نے یہ قدم اُٹھایا، لیکن یہ بات کچھ دل کو نہیں لگتی۔"

''اور دوسری بات؟'' سلیمان پاشا بولے۔

''دوسری بات یہ کہ آپ تینوں ...'' وہ کہتے کہتے رُک گئے۔

''ہم تینوں کیا ...'' سر امتیاز نے کہا۔

''آپ تینوں ضرور ہم سے کچھ چھپا رہے ہیں۔''

''نن ... نہیں ... یہ غلط ہے ...'' رؤف خان نے فوراً کہا۔

''بالکل! ہم کچھ بھی نہیں چھپا رہے۔''

''آخر ہم کیوں کچھ چھپائیں گے ... قاتلانہ حملے کے مجرم سے ہمیں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔''

''خیر ... آپ لوگ میرے چند سوالات کے جواب دینا پسند کریں گے۔''

''کیوں نہیں ... آپ نے ہم پر اتنا بڑا احسان کیا ہے ... اور ہم آپ کے سوالات کے جواب نہ دیں ...'' سلیمان پاشا نے کہا۔

''اس سارے معاملے میں ایک عجیب ترین بات یہ ہے کہ مجھے آپ کے گھر میں دعوت کی اطلاع کس نے دی تھی۔''

''جی ... بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں ... خود میرے لیے بھی یہ عجیب ترین بات ہے۔''

''اور ہمارے لیے بھی ...'' محمود نے کہا۔

''آپ لوگ دوست کب اور کن حالات میں بنے؟''

''ہم اسکول کے زمانے کے دوست ہیں۔''

''شروع سے یہیں رہتے رہے ہیں ... یا پہلے مختلف شہروں میں تھے؟''

''نہیں ... یہیں پیدا ہوئے ... یہیں تعلیم حاصل کی ... ہاں اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ ضرور گئے تھے ... اور وہاں بھی ساتھ گئے ... ساتھ لوٹے۔''

''بہت خوب ... یورپ میں تعلیم کے دوران تو آپ لوگوں کے ساتھ کوئی چکر نہیں چلا؟''

''نن ... نہیں ... ایسا کوئی چکر یاد نہیں پڑتا ...'' سر امتیاز نے کہا۔

''خوب غور کر لیں ویسے آپ کون سے ملک میں زیرِ تعلیم رہے ہیں اور کس شہر میں؟''

''ملک برمن ... شہر فومائے میں ... فومائے یونیورسٹی۔''

''آپ کی رہائش کہاں تھی؟''

''یونیورسٹی کے ہوسٹل میں ہی۔''

''شکریہ ... تو شہر فومائے میں بھی کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہوئی؟''

''نہیں ... بالکل نہیں۔''

''آپ لوگوں کے ہاتھوں سے وہاں کسی پر کوئی ظلم تو نہیں ہوا تھا؟''

"نہیں! ہم ظالم طبیعت کے ہیں ہی نہیں۔"

"ان جانے پن میں کسی سے کوئی زیادتی نہ ہوگئی ہو..." فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"اس صورت میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں... انجانے پن میں ہونے والی غلطی کی نشان دہی بھلا ہم کس طرح کر سکتے ہیں۔"

"ہوں! تب تو معاملہ بہت مشکل ہوگیا... سراغ کے تمام راستے بند ہیں... ہم کیا کر سکیں گے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"دوسری طرف خطرہ آپ لوگوں کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔"

"اور جب تک آپ قاتلانہ حملے کے مجرم کو پکڑ نہیں لیتے، ہم اس وقت تک خطرے کی زد میں رہیں گے۔"

"ہاں بالکل!"

"یا اللہ رحم... ہم بیٹھے بٹھائے کس مصیبت میں پھنس گئے۔"

"ایک بات اور... آپ لوگ سیاست میں اب تک تو دلچسپی نہیں لیتے رہے... یہ تو مجھے معلوم ہے... مستقبل میں آپ کا سیاسی لیڈر بننے کا تو کوئی ارادہ نہیں نہیں؟"

"ہم نے اس طرف ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی۔"

"ہوں! گویا آپ کا کوئی سیاسی دشمن بھی نہیں ہو سکتا..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"بالکل نہیں۔"

"اچھا خیر... آپ لوگ آرام کریں... ہم دیکھیں گے کہ اس کیس کے سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں..." یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے میں آگئے:

"کیوں بھئی... تم تینوں کا کیا خیال ہے؟"

"یہ کہ یہ تینوں کچھ چھپا رہے ہیں..." محمود نے کہا۔

"اور یہ چیز خود ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

"جی ہاں! لیکن اگر یہ کچھ نہیں چھپا رہے تو پھر یہ ایک عجیب ترین کیس ہوگا، کیوں کہ جرم کا کوئی مقصد سامنے نہیں ہوگا... تو ہم مجرم کو کس طرح تلاش کریں گے۔"

"حلیہ..." فرزانہ بولی۔

"حلیہ... کیا مطلب... کس کا حلیہ؟"

"تحفہ پہنچانے والے کا... وہ ایک ہی آدمی تھا یا تین آدمیوں نے تحفے پہنچائے تھے۔"

"ایک کا حلیہ ہمیں پہلے ہی معلوم ہے... محمود... تم ان کے ملازمین سے باقی دو کے حلیے بھی معلوم کر آؤ..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"جی بہتر!" اس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

"اکرام... تیار ہو جاؤ... تین یا ایک آدمی کو ڈھونڈ نکالنا ہوگا... ہمارے پاس بس یہی ایک راستہ ہے۔"

"میں پوری طرح تیار ہوں سر ... آپ فکر نہ کریں ..." اس نے مسکرا کر کہا۔

آخر محمود واپس آیا:

"ملازمین نے ایک ہی آدمی کا حلیہ بتایا ہے۔"

"اور اس کا حلیہ یہ ہے اکرام ... درمیانہ قد، موٹا جسم ، سانولہ رنگ ... گال پھولے ہوئے ... آنکھیں چھوٹی اور ناک پر زخم کا نشان ... "انسپکٹر جمشید جلدی جلدی کہتے چلے گئے۔

"ناک پر زخم کا نشان ..." اکرام بڑبڑایا۔

"ہاں! اکرام ... کیا کوئی آدمی ذہن میں آتا ہے؟"

"ایک خیال سا آ رہا ہے ... مجھے ریکارڈ آفس جانا ہوگا ..." اکرام بولا۔

"جلدی جاؤ اکرام ... میری بے قراری بڑھتی جا رہی ہے ... میں ایسے کیس میں بہت اُلجھن محسوس کرتا ہوں جس میں وجہ سامنے نہ آسکے۔"

"ابھی لیجیے سر۔"

اکرام نے کہا اور چلا گیا ... صرف آدھ گھنٹے بعد اس کی واپسی ہوئی ... چہرے پر جوش کے آثار دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ وہ کامیاب لوٹا ہے:

"ہاں بھئی ... کای خبر ہے؟"

"اس کا نام روشن ہے ... کئی بار کا سزا یافتہ ہے ... بہت دنوں سے غائب ہے ... ہوٹل سوبر میں بیٹھا کرتا تھا اور گھر ۱۰۳ نیو گارڈن روڈ پر تھا ... اب معلوم نہیں۔"

"روشن ... مجھے یاد آ گیا ... آؤ چلیں ..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہاں کون ٹھہرے گا ابا جان؟" محمود نے کہا۔

"تم تینوں ... میں اور اکرام روشن کی طرف جائیں گے ... خیال رہے ... حملہ آور یہاں بھی حملہ کر سکتا ہے۔"

"لیکن چاروں طرف تو سادہ لباس والے موجود ہیں۔"

"کیا مطلب؟ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیوں نہ ہم آپ کے ساتھ چلیں۔"

"نہیں بھئی ... صرف سادہ لباس والوں پر ذمے داری نہیں ڈالی جا سکتی ... ہماری نسبت تمہارا کام زیادہ اہم ہے ... ہم نہیں جانتے ، حملہ آور کس رُخ سے حملہ کرے گا۔"

"کیا آپ کو یقین ہے ... کہ وہ حملہ کرے گا۔"

"امید ضرور ہے۔"

"خیر ... ہم یہاں رُک جاتے ہیں ... آپ فکر نہ کریں۔"

"گھر کے باہر چاروں طرف نظر رکھنے کی ضرورت ہے ... دور سے بھی تو بم پھینکا جا سکتا ہے۔"

"اوہ جی ہاں!" انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

انسپکٹر جمشید اور اکرام گھر سے نکل گئے ... سادہ لباس والوں کو بھی انہوں نے ہوشیار رہنے کی تائید کی ... اور پھر جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

''ابھی انہیں گئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ان کے گھر کے پاس ایک عجیب بات ہوئی ... اور وہ عجیب بات یہ تھی کہ بیگم شیرازی کے گھر سے اچانک دھواں اُٹھنے لگا ... سادہ لباس والے پریشان ہو گئے ... انہوں نے یہ خبر فوراً اندر پہنچائی۔

محمود، فاروق اور فرزانہ بے تابانہ باہر نکلے ... ان کے قدم ایک ساتھ اُٹھے ہی تھے کہ فرزانہ رُک گئی۔

اس کی آنکھوں میں اُلجھن نظر آنے لگی۔

☆☆☆☆☆

آخری فیصلہ

''یہ کیا ہوا جم ہام؟'' سیاہ پوش کی سرد آواز کمرے میں گونجی۔

''میری زندگی میں پہلا اتفاق ...'' اس نے پریشان آواز میں کہا۔

''کیا مطلب؟''

''میں نے بھرپور وار کیا تھا ... وار کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح موقعے اور حالات کا معائنہ کیا تھا ... آپ کی دی ہوئی معلومات سے بھی میں نے خاطر خواہ فائدہ اُٹھایا تھا، بم بھی وہ استعمال کیے ... جن کا شکار بچ نہیں سکتا ... چاہے بم عمارت کے کسی حصے میں ہو۔''

''اس کے باوجود ... وہ تینوں بچ گئے ...'' سیاہ پوش کی کھردری آواز کانوں سے ٹکرائی۔

''ہاں! وہ بچ گئے ... میں تسلیم کرتا ہوں۔''

''پھر ... اب تم کیا کہتے ہو ... کیا تمہیں دوسرا موقع دیا جائے؟
''

'' نہیں ! میں دوسرے موقعے کا قائل نہیں ... میں آپ کا معاوضہ لوٹانے آیا ہوں ... آپ اس کام کے لیے کسی اور کو مقرر کر دیں۔''

'' شکریہ ... بہتر بھی یہی ہے ... چیک نکال کر میز پر رکھ دو۔''

'' ضرور کیوں نہیں ...'' اس نے کہا اور چیک اس کے سامنے میز پر رکھ دیا ... اس میز پر جہاں مختلف قسم کے آلات نصب تھے۔

'' اب تم کیا چاہتے ہو؟'' سیاہ پوش نے ہنس کر پوچھا۔

'' میں کیا چاہوں گا ... واپس جاتا ہوں۔''

'' افسوس ! اب تم واپس نہیں جا سکو گے۔''

'' کیا مطلب؟'' جم ہام چونک کر بولا۔

'' تم میرے ایک راز میں شریک ہو چکے ہو ... اب تمہیں مرنا ہوگا۔''

'' نن ... نہیں۔''

'' ہاں! مرنا ہوگا ... یہ میں تم پر چھوڑتا ہوں کہ پستول کی گولی سے مرنا پسند کرو گے یا زہر سے ... گیس سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے ... اور یہ آسان بھی رہے گا ...'' سیاہ پوش نے سرد آواز میں کہا۔

'' نہیں ... نہیں ...'' جم ہام نے لرز کر کہا۔

'' یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور میرا ہر فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا ہے ... اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا ... ان تینوں کی زندگیوں کو ختم کرنے کے

بارے میں میں فیصلہ کر چکا ہوں ... اور بہت جلد ان تینوں کو مرنا ہوگا، لیکن ان سے پہلے تمہاری باری ہے ... ہاں! تو تم نے بتایا نہیں ... کس طرح مرنا پسند کرو گے؟''

'' یہ الفاظ کہتے وقت بھی وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا ... اس کی نظریں آلات کی طرف تھیں۔''

'' جم ہام نے موقع مناسب جانا ... اور بجلی کی سی تیزی سے پستول نکال لیا:

'' مرنا ہی ہے تو پھر میں تمہیں ساتھ کیوں نہ لے کر مروں ...'' اس نے جلدی سے کہا۔

'' اوہو ... یہ بات بھی ہے ...'' اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا ... ساتھ ہی میز سے ایک گولی نکلی اور ٹھیک اس کے دل پر لگی ... وہ تیورا کر گرا ... اور چند لمحے تک تڑپنے کے بعد ساکت ہوگیا ... سیاہ پوش نے ایک بٹن دبا دیا ... فرش میں ایک خلا پیدا ہوا اور لاش غائب ہوگئی ... دوسرا بٹن دبانے پر غسل خانے سے پانی کا ایک ریلا کمرے کے فرش کی طرف آیا اور خون کو دھوتا چلا گیا ... تھوڑی دیر بعد کمرہ پہلے کی طرح تھا ... اور وہ میز پر رکھے مائک میں ہدایات دے رہا تھا۔

☆☆☆

'' کیوں ... رُک کیوں گئیں؟ '' فاروق نے اسے گھورا۔

'' یہ ضرور دشمنوں کی چال ہے ... وہ چاہتے ہیں، ہم اِدھر اُدھر ہو جائیں اور وہ ان تینوں گھرانوں کو ٹھکانے لگا دیں۔ ''

'' ہوں! ٹھیک ہے ... میں یہیں ٹھہروں گا ... تم دونوں آنٹی کی مدد کو پہنچ جاؤ ... باقی لوگ یہیں رہیں گے ... '' محمود بولا۔

'' اچھی بات ہے ... آؤ فاروق ... '' فرزانہ نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

بیگم شیرازی کے گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا ... دونوں جلدی سے اندر داخل ہوگئے ... صحن میں کپڑوں کے ایک ڈھیر میں آگ لگی ہوئی تھی اور دھواں اس ڈھیرے سے اُٹھ رہا تھا ... بیگم شیرازی اپنے کمرے کے فرش پر بے ہوش پڑی نظر آئیں۔

'' میں انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کرتی ہوں ... تم ذرا پورے گھر پر ایک نظر ڈال لو ... واردات کرنے والا بھی گھر میں ہی موجود ہے یا جا چکا ہے۔ ''

'' جا کیسے سکتا ہے ... اس کا مقصد تو ان تینوں کو ٹھکانے لگانا ہے ... '' فاروق نے منہ بنایا۔

'' تم ڈر رہے ہو کیا؟ ''

'' یہ کام تمہاری جوتی نے اپنے ذمے لے رکھا ہے ... اب میں کاہے ڈروں گا ... '' اس نے جل کر کہا اور زینے کی طرف چلا گیا۔

فرزانہ بیگم شیرازی پر جھک گئی ... ان کے سر سے خون بہ رہا تھا ... سر پر کوئی چیز ماری گئی تھی ... اس نے جلدی جلدی سر پر دوپٹہ باندھ دیا اور پھر انہیں ہلانے جلانے لگی ... جلد ہی انہوں نے آنکھیں کھول دیں:

'' آپ ٹھیک تو ہیں آنٹی؟ '' فرزانہ بولی۔

'' ہاں! وہ ... وہ چلا گیا۔ ''

'' ہم نے یہاں کسی کو نہیں دیکھا۔ ''

'' اس نے دروازے پر دستک دی تھی ... میں نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا ... کون ہے ... تو اس نے جواب دیا ... ڈاکیا ہوں ... تار لے کر آیا ہوں ... میں نے دروازہ کھول دیا، فوراً ہی میرے سر پر کوئی چیز ماری گئی اور میں بے ہوش ہو گئی ... غالباً وہ مجھے گھسیٹ کر یہاں ڈال گیا ہے۔ ''

'' ہاں! اور کپڑوں کے ایک ڈھیر کو آگ بھی لگا گیا ... '' فرزانہ مسکرائی۔

'' کپڑوں کو آگ ... کیا مطلب؟ ''

'' تاکہ ہم دھواں اُٹھتا دیکھ لیں اور بے دھڑک اِدھر اُدھر پڑیں اور وہ اپنا کام کر گزرے۔ ''

'' میں سمجھی نہیں ... '' وہ بولیں۔

اسی وقت فاروق واپس آ گیا:

”نہیں بھئی ... وہ گھر میں نہیں ہے ...“ اس نے کہا۔

”ہوں ... جا تو وہ نہیں سکتا ... اس کا مطلب ہے ... گھر سے باہر آس پاس کہیں موجود ہے ... وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اب ہم کیا کرتے ہیں۔“

”جائے جہنم میں ...“ فاروق نے بھنا کر کہا۔

”پہلے تو آنٹی کو ہسپتال بھیجا جائے گا۔“

”نہیں ... پہلے میں ساری بات سنوں گی۔“

”انہیں ساری بات سُنا کر ہسپتال بھیج دیا گیا ... آگ بجھا دی گئی۔“

”بات پلے نہیں پڑی ... آخر یہ سب کرنے سے اس کا مطلب کیا تھا ... وہ کیا فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا ...“ فرزانہ بڑبڑائی۔

”افسوس! میری سمجھ میں بھی یہ بات نہیں آئی۔“

”تم نے چھت کا جائزہ لیا تھا؟“

”ہاں! اچھی طرح ...“ اس نے کہا۔

”آؤ ... ایک بار اور دیکھ لیں۔“

وہ زینے کی طرف بڑھے ... چھت پر کوئی نہیں تھا ... ایسے میں فرزانہ نے سرگوشی کی:

”سنو فاروق ... میں سمجھ گئی ... وہ کہاں ہے ... اور کیا کرنا چاہتا ہے۔“

”یہ تو بہت اچھی بات ہے ... مجھے بھی بتا دو ...“ اس نے جلدی سے کہا۔

”وہ ان کے اسٹور میں کہیں چھپا ہوا ہے ... اور درمیانی روشن دان کے ذریعے بم ہمارے گھر میں پھینکنا چاہتا ہے۔“

”اُف مالک ... یہ ... یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکا ...“ فاروق کانپ گیا۔

اب دونوں دبے پاؤں زینے کی طرف بڑھے۔

”وہ ہمارے یہاں سے رُخصت ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔“

”ہاں! ٹھیک ہے ... لیکن اب اس کا یہ انتظار کبھی ختم نہیں ہوگا ...“ فاروق نے کہا۔

دونوں نیچے آئے اور اسٹور کی طرف بڑھے ... دوسرے ہی لمحے وہ دھک سے رہ گئے ... اسٹور کا دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا تھا ... دونوں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... جیسے کہہ رہے ہوں ... اب کیا کریں۔

”بم پھینکنے کے فوراً بعد اسے خود بھی نکلنا ہوگا ... یہ مکان بھی نہیں بچ سکے گا، لہٰذا وہ باہر ضرور نکلے گا ...“ فرزانہ بولی۔

”لیکن ہمیں اس کے اس وقت نکلنے کا کیا فائدہ ہوگا ... ٹھہرو ...“ فاروق نے کہا اور اسٹور کا دروازہ باہر سے بند کر دیا، پھر بلند آواز میں بولا:

"ہم جانتے ہیں ... تم اندر موجود ہو ... اور روشن دان کے ذریعے بم دوسری طرف گرانا چاہتے ہو، لیکن اس طرح تم خود بھی نہیں بچ سکو گے ... ہم نے اسٹور کا دروازہ باہر سے بند کر دیا ہے۔"

اندر سے کوئی جواب نہ دیا گیا ... اب فاروق فرزانہ کی طرف مڑا ... اور اس کے کان میں بولا:

"فرزانہ ... تم جلدی سے اس طرف جاؤ ... کہیں یہ پاگل شخص روشن دان سے بم نہ پھینک دے ... باورچی خانے کی کھڑکی کھلی رکھنا ... جوں ہی بم روشن دان سے نیچے آئے ... اسے کیچ کر کے باہر پھینک دینا۔"

"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے وہ بم نہیں کرکٹ کی گیند ہے ..." فرزانہ نے بھنا کر کہا۔

"کیا کیا جائے فرزانہ ... یہ کرنا ہی ہوگا۔"

اسی وقت کمرے کے اندر کھٹکا ہوا اور اندر سے کسی نے کہا:

"سنو! بم میرے ہاتھ میں ہے ... اور اس کے پھٹنے میں صرف چند منٹ باقی ہیں ... بہتر ہوگا کہ دروازہ کھول دو اور مجھے نکل جانے دو ... ورنہ بم تو پھٹے گا ہی ... میں تو مروں گا ہی ... تم سب لوگ بھی ساتھ مرو گے، بم بہت طاقت ور ہے۔"

"ٹھیک ہے ... ہم دروازہ کھول رہے ہیں ..." فرزانہ جلدی سے بولی:

"یہ جھانسہ دے رہا ہے فرزانہ ... بم اس کی مرضی کے بغیر کس طرح پھٹ سکتا ہے ... اس پر ضرور وقت سیٹ کرنا پڑتا ہوگا ... یہ ٹائم بم ہے۔"

"ہوں! تم ٹھیک کہتے ہو ..." فرزانہ مسکرائی۔

دونوں خاموش کھڑے رہے ... آدھ منٹ بعد اندر سے بے تابانہ انداز میں کہا گیا:

"کیا بات ہے ... تم دروازہ کیوں نہیں کھول رہے؟"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی ... جب تک وہ سمجھ میں نہیں آجاتی ... اس وقت تک ہم دروازہ نہیں کھولیں گے۔"

"چچ ... چاہے ... بم پھٹ جائے۔"

"ہاں! پروا نہیں ... پھٹ جائے۔"

"جلدی بتاؤ ... وہ کیا بات ہے؟"

"جب تمہارا پروگرام یہ تھا تو تم نے خاموشی سے اپنا کام کیوں نہ کیا ... کپڑوں کو آگ لگا کر ہمیں اس طرف متوجہ کیوں کیا۔"

"اس وقت مجھے اس روشن دان کے بارے میں پتا نہیں تھا، اس پر نظر اس وقت پڑی جب میں کپڑوں کو آگ لگا چکا تھا اور دھواں اٹھنے لگا تھا ... اس وقت مجھے افسوس ہوا ... بس میں نے خود کو اسٹور کی چیزوں کے درمیان چھپا لیا ... تاکہ تم لوگ مکان کو دیکھ کر باہر نکل جاؤ ... اور میں روشن دان کے ذریعے بم دوسری طرف گرا کر یہاں سے نکل

جاؤں۔''

''بہت خوب ... اب کیا پروگرام ہے؟''

''دروازہ جلدی کھول دو ... ورنہ بم پھٹ جائے گا۔''

''اس وقت تک جتنے بھی بم استعمال کیے گئے ہیں، وہ ٹائم بم تھے، پھر یہ بم خود بخود کیسے پھٹ سکتا ہے؟''

''اس پر ٹائم سیٹ کر دیا گیا ہے۔''

''اور وہ ٹائم کیا ہے؟'' فاروق نے جلدی سے پوچھا۔

''بس ... صرف تین منٹ باقی ہیں۔''

''خیر ... دیکھ لیتے ہیں ...'' فرزانہ بولی۔

''کیا مطلب ... کیا دیکھ لیتے ہیں ...'' اندر سے بوکھلا کر کہا گیا۔

''یہ کہ تین منٹ تک بم پھٹتا ہے یا نہیں۔''

''دماغ تو نہیں چل گیا ... تین منٹ بعد ... جب بم پھٹے گا تو کس طرح دیکھ سکو گے۔''

''ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے ... تو پھر تم وقت اور آگے بڑھا دو، صرف ایک منٹ بعد کا ٹائم سیٹ کر دو ...'' فاروق بولا۔

''تت ... تم ... تم پاگل ہو۔''

''بہت بہت شکریہ ...'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''جاؤ فاروق ... سادہ لباس والوں کو بلا لاؤ ... بم نہیں پھٹے گا... ہم بم سمیت اسے گرفتار کریں گے۔''

''ہوں ٹھیک ہے۔''

''بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ بم پھٹے گا یا نہیں ...'' اندر سے کہا گیا۔

''ٹھیک ہے ... ضرور معلوم ہونا چاہیے ...'' فاروق نے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

جلد ہی سادہ لباس والوں نے کمرے کو گھیر لیا:

''دیکھو مسٹر ... تم گھیرے میں لیے جا چکے ہو ... رائفلوں کے رُخ دروازے کی طرف ہیں ... اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا ...'' ایک سادہ لباس والے نے گرج دار آواز میں کہا۔

''دوسرے یہ کہ اس وقت تک تین منٹ بھی پورے ہو چکے ہیں اور بم نہیں پھٹا ... گویا تم بس گیدڑ بھبکیاں دے رہے تھے ... تم کیا جانو ... ہم گیدڑ بھبکیوں کی بُو دور سے ہی سونگھ لیتے ہیں۔''

''اب گیدڑ بھبکیوں کی بھی بُو ہونے لگی ... دھت تیرے کی ...'' فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

''ہائیں ہائیں فرزانہ بھول رہی ہو ... تم محمود نہیں ہو۔''

''ہم نے دروازہ کھول دیا ہے ... تم باہر آ سکتے ہو۔''

''ٹھیک ہے ... میں آ رہا ہوں ... اور کوئی شرارت نہیں کروں گا ...'' اندر سے کہا گیا۔

وہ جلدی جلدی ادھر اُدھر ہو گئے ... سب نے پوزیشن لے لی ...

فاروق اور فرزانہ نے خود کو ستونوں کے پیچھے چھپا لیا ... آخر دروازہ کھلا ... اور ایک لمبے قد کا پتلا دبلا آدمی باہر نکلا ... اس کے چہرے پر بدحواسی کے آثار تھے ... اور ہاتھ میں ایک ننھا سا بم تھا ... جدید ترین بم۔

فوراً اسے اور بم کو قبضے میں لے لیا گیا۔

'' بم کر اس کے پاس ہی رہنے دیں ... تاکہ اگر اس پر کوئی وقت سیٹ کر دیا گیا ہو اور وہ وقت قریب آجائے تو یہ خاموش نہ رہ سکے؟'' فرزانہ بولی۔

'' اچھی ترکیب ہے ...'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

'' نہیں ... ابھی اس پر وقت نہیں سیٹ کیا گیا ... پھینکنے سے پہلے میں ایسا کرتا۔''

'' افسوس! ہم تمہاری باتوں پر اعتبار نہیں کر سکتے ... کیوں کہ تم جھوٹے ثابت ہو چکے ہو ... فاروق ... پروفیسر انکل کو یہیں لے آؤ... محمود سے کہنا ... وہیں جما رہے۔''

فاروق گیا اور پروفیسر داؤد کو بلا لایا ... انہوں نے بم کا معائنہ کیا اور بولے:

'' اس پر ابھی واقعی وقت سیٹ نہیں کیا گیا۔''

'' گویا اس کیس میں یہ پہلی کامیابی ہے جو ہم نے حاصل کی ہے ... ورنہ اب تک تو ہم ٹاک ٹوئیاں ہی مارتے رہے ہیں ...'' فاروق

نے خوش ہو کر کہا۔

'' تم مارتے رہے ہو گے ٹاک ٹوئیاں ...'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

وہ اسے اپنے گھر لے آئے ... اور ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے:

'' ہاں بھئی ... کیا نام ہے تمہارا؟''

'' پتا نہیں۔''

'' تو مسٹر پتا نہیں ... تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟''

'' پتا نہیں ...'' اس نے کہا۔

'' اوہو ... تو کیا تم ہر بات کا بس یہی جواب دو گے ...'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

'' پتا نہیں ...'' وہ بولا۔

'' بہت خوب ... معلوم ہو گیا ... تم روبوٹ قسم کی کوئی چیز ہو، اور تم میں صرف یہی دو لفظ بھرے گئے ہیں، پتا نہیں ...'' فاروق نے بھنا کر کہا۔

'' پتا نہیں ...'' اس نے جلدی سے کہا۔

'' ٹھیک ہے ... معلوم ہو گیا ... تمہیں کسی بات کا پتا نہیں ... کمرۂ امتحان میں جب تمہیں ہم اُلٹا لٹکائیں گے تو اس وقت تمہاری یادداشت خود بخود لوٹ آئے گی ... لے جائیں بھئی اسے حوالات میں۔''

حملہ آور کو حوالات کی طرف رُخصت کر کے ابھی فارغ ہی ہوئے

تھے کہ ان کی نظریں گلی کی طرف اُٹھ گئیں ... آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

☆☆☆☆☆

نقلی مالک

انہوں نے جیپ ہوٹل سوبر کے سامنے روک دی ... دونوں نیچے اُترے اور اندر داخل ہوئے ... کاؤنٹر پر موجود شخص اس وقت دروازے کی طرف ہی دیکھ رہا تھا ... جوں ہی اس کی نظر انسپکٹر جمشید پر پڑی ... اس کی پیشانی پر اُلجھن نمودار ہوگئی ... اس بات کو انسپکٹر جمشید نے بھی محسوس کر لیا ... وہ مسکرا دیے ... پھر کاؤنٹر پر آ کر بولے:

'' کیا حال ہے کریم دادا؟ ''

'' جی بس ... سب ٹھیک ہے ... '' اس نے کہا۔

'' مسٹر سوبران سے ملاقات ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ''

'' پتا کرتا ہوں جناب۔ ''

'' اچھا ... '' وہ بولے۔

کریم دادا نے فون کا ریسیور اُٹھایا اور کوئی نمبر گھمائے بغیر بولا:

'' ہیلو ... آپ موجود ہیں سر ... یہاں کاؤنٹر پر انسپکٹر جمشید تشریف رکھتے ہیں ... جی ... جی ہاں ... ملاقات کے خواہش مند ہیں۔ ''

دوسری طرف کی بات سُن کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور بولا:

'' تشریف لے جایئے جناب دوسری منزل پر پہلا کمرہ۔''

'' تو وہ ابھی تک اسی کمرے میں بیٹھتے ہیں؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' جی ہاں! پورے ہوٹل میں انہیں وہی کمرہ پسند ہے۔''

'' شکریہ!'' انہوں نے کہا اور لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔

لفٹ سے نیچے اُتر کر انہوں نے پہلے کمرے کے دروازے پر دستک دی:

'' تشریف لے آیئے انسپکٹر صاحب ... دروازہ کھلا ہے۔''

وہ اندر داخل ہوئے ... میز کے دوسری طرف ایک بھاری بھر کم اور بارعب آدمی موجود تھا:

'' السلام علیکم مسٹر سوبران ... مزاج کیسے ہیں؟''

'' وعلیکم السلام ... تشریف رکھیے ... بہت مدت بعد روشن دیے۔''

'' بس کیا بتاؤں ... آپ سے کوئی کام ہی نہیں پڑا۔''

'' اس کا مطلب ہے ... آج کوئی کام آپڑا ہے ...'' سوبران کے لہجے میں اُلجھن تھی۔

'' ہاں! یہی بات ہے ... روشن سے ملنا چاہتا ہوں۔''

'' روشن ... آپ کا مطلب ہے ... روشن ... وہ اٹھائی گرا۔''

'' ہاں روشن ...'' وہ بولے۔

'' کسی زمانے میں ضرور ہمارے ہوٹل میں اُٹھتا بیٹھتا رہا ہے، اب مدت ہوئی نظر نہیں آیا۔''

'' اچھا! میں اس سے کہاں مل سکتا ہوں؟''

'' میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

'' کیا وہ اپنے گھر مل سکے گا؟''

'' میں کیا بتا سکتا ہوں۔''

'' ہوں! لیکن میرا دعویٰ ہے کہ آپ اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں ...'' انسپکٹر جمشید نے اچانک زور دار آواز میں کہا۔

'' کیا مطلب؟'' وہ بھی زور سے چونکا۔

'' آپ اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں ... یہ میرا دعویٰ ہے۔''

'' اور آپ یہ بات بھی جانتے ہوں گے کہ ثبوت کے بغیر کوئی دعویٰ بھی فائدہ مند نہیں ہوتا۔''

'' ہاں! یہ ٹھیک ہے ...'' وہ مسکرائے۔

'' گویا آپ کے پاس ثبوت موجود ہے؟''

'' ہاں! بالکل ... روشن اس وقت بھی آپ کے کاؤنٹر پر موجود ہے۔''

'' بالکل غلط ... کاؤنٹر پر کریم دادا موجود ہے ...'' اس نے قدرے چیخ کر کہا۔

"یہ ایک اور غلط بات ہے ... میں کہتا ہوں، وہ کریم آباد نہیں ہے ... روشن ہے ... اگرچہ وہ کریم دادا کے میک اپ میں ہے۔"

"نہیں ... یہ غلط ہے ..." سوبران نے بھنا کر کہا، پھر جلدی سے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں ... آپ اسے خبردار نہیں کر سکیں گے۔"

عین اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور کریم دادا یعنی روشن اندر داخل ہوا:

"میں نے پہلے ہی بھانپ لیا تھا کہ انسپکٹر جمشید نے مجھے پہچان لیا ہے ..." اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا ... اس کے دائیں ہاتھ میں پستول تھا ... انسپکٹر جمشید اور اکرام کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"اس کا مطلب سمجھتے ہیں آپ مسٹر سوبران۔"

"روشن ... یہ کیا بدتمیزی ہے ... ہم پُر امن فضا میں بات کر رہے تھے۔"

"لیکن میں اس فضا کو پُر امن نہیں رہنے دوں گا ... آٹھ نو آدمیوں کو پہلے ہی قتل کر چکا ہوں، اگر ان دونوں کو بھی ٹھکانے لگا دوں گا تو کون سا فرق پڑ جائے گا۔"

"احمق نہ بنو روشن ... یہ انسپکٹر جمشید ہیں ..." سوبران غرایا۔

"آپ لوگ آپس میں نہ جھگڑیں ... یا کم از کم جھگڑنے کی ایکٹنگ نہ کریں ..." انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

دونوں نے انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھورا، پھر سوبران نے کہا:

"اچھا تو پھر ... اب روشن جانے، آپ جانیں۔"

"کوئی بات نہیں ... میں بھی یہی چاہتا ہوں ... ہم دونوں ایک دوسرے کو جان لیں۔"

"میں یہاں سے جا رہا ہوں ... اس موقعے پر کمرے میں نہیں ٹھہر سکتا۔"

"نہیں مسٹر سوبران ... آپ بھی اب یہاں سے نہیں جا سکتے ..." روشن نے سرد آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" سوبران زور سے چونکا۔

"جو حشر میں ان کا کروں گا ... وہی آپ کا ہوگا۔"

"کیا بکتے ہو ... جانتے ہو، کس سے بات کر رہے ہو؟"

"ہاں! مسٹر سوبران سے ... جو اس ہوٹل کا نقلی مالک ہے، اور جو کریم دادا کا قاتل ہے ... اور کریم دادا کے میک اپ میں مجھے یہاں بٹھانے والا ہے۔"

"روشن ... میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

"کیوں مسٹر سوبران ... میری باتوں پر غصہ آ گیا ..." روشن کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"یہ نقلی مالک والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

''اصلی مالک کوئی اور ہے ... اس نے خود کو تمام جھگڑوں سے الگ رکھنے کے لیے مسٹر سوبران کو مالک بنا رکھا ہے ... مسٹر سوبران کے راز اس کے پاس محفوظ ہیں ... اس لیے سوبران اس کا غلام ہے ... اس کے اشاروں پر ناچتا ہے ... جو وہ حکم دے دے، فوراً بجا لاتا ہے۔''

''اور ... اور تم ... روشن تم ... اپنے بارے میں بھی تو کہو ... تم خود اس کے کیا ہو ...'' سوبران غصے سے سرخ ہو کر بولا۔

''ہاں! میں بھی اس کا غلام ہوں ... میرے راز بھی اس کے قبضے میں ہیں ...'' روشن ست آواز میں بولا۔

''اور وہ کون صاحب ہیں؟'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یہ بات نہیں بتائی جا سکتی ...'' یہ کہہ کر اس نے پستول کے ٹریگر پر دباؤ ڈالا ... انسپکٹر جمشید اور اکرام نے ایک ساتھ چھلانگیں لگائیں اور مخالف سمتوں میں گرے ... گولی دیوار پر لگی اس وقت انسپکٹر جمشید لڑھک کر اس تک پہنچ چکے تھے ... اکی لات اس کے سینے پر لگی اور اس زور سے لگی کہ وہ چاروں شانے چت گرا ... پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا ... جسے لوٹ لگا کر اکرام نے اُٹھا لیا اور ان دونوں کی طرف تان دیا ... اور یہ سب کچھ چند سیکنڈ کے اندر ہو گیا۔

''ہاتھ اوپر اُٹھا دو دوستو ... اب ہم تم سے ذرا کھل کر باتیں کریں گے ...'' انسپکٹر جمشید چہکے۔

ان کے چہروں پر خوف پھیل گیا، ہاتھ اُٹھ گئے۔

''ہاں تو ہوٹل کا اصلی مالک کون ہے؟''

''پتا نہیں ...'' روشن نے بھنا کر کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہم نہیں بتائیں گے۔''

''اچھا پہلے دوسری کہانی ... کریم دادا کے ساتھ کیا ہوا تھا؟''

''کریم دادا پر مسٹر سوبران کے ہاتھ سے اچانک گولی چل گئی تھی۔''

''اچانک کیسے ... وضاحت کرو۔''

''میں، کریم دادا، مسٹر سوبران اور اصلی مالک ایک کمرے میں موجود تھے ... اس وقت ہوٹل کا مالک وہ خود ہی تھا اور ہم تینوں ہوٹل کے ملازم تھے ... اچانک اصل مالک نے ایک جملہ کہا ... جملہ یہ تھا ... سوبران ... یہ کریم دادا تمہیں اُلو کا پٹھا کہتا ہے ... مسٹر سوبران طیش میں آگئے ... انہوں نے پستول نکالا اور گولی چلا دی ... گولی ٹھیک اس کے دل پر لگی اور وہ مر گیا ... اصل مالک نے یہ سارا سین کیمرے میں محفوظ کر لیا ... اور پھر مجھے حکم دیا کہ میں کریم دادا کے میک اَپ میں کاؤنٹر سنبھال لوں ... میرے راز پہلے ہی اس کے قبضے میں تھے ... اور یہ چال بھی شاید اس نے مسٹر سوبران کو قابو میں کرنے کے لیے چلی تھی ... مسٹر سوبران بہت غصے والے آدمی ہیں۔''

"اور پھر ان کو نقلی مالک بنا دیا گیا ... کریم دادا کی کمی بھی کسی نے محسوس نہیں کی، لیکن بھئی ... اس کے گھر والوں کا کیا بنا ہوگا؟"

"وہ اکیلا تھا ... یہیں رہا کرتا تھا ..." روشن نے جلدی سے بتایا۔

"ہوں، اب رہ گئی یہ بات کہ اس ہوٹل کا اصلی مالک کون ہے؟"

"یہ ہم نہیں بتا سکتے۔"

"مسٹر سوبران تم بتا دو۔"

"م ... میں بھی نہیں بتا سکتا ... وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا۔"

"مرو گے تو تم ویسے بھی ... کریم دادا کے قاتل جو ہو ..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"پھر بھی ... ہم اس کا نام نہیں بتائیں گے ..." سوبران بولا۔

"اچھا روشن ... تم جو پیکٹ سلیمان پاشا کے گھر دے کر آئے تھے ... اس میں کیا تھا؟"

"مجھے نہیں معلوم ..." اس نے کہا۔

"وہ تمہیں کس نے دیا تھا؟"

"اصلی مالک نے ... انہوں نے ہدایت دی تھی کہ وہ میں سلیمان پاشا کے گھر پہنچا دوں۔"

"ہوں! پھر تم ایک گل دستہ سر امتیاز کے گھر دے کر آئے تھے؟"

"ہاں! دے کر آیا تھا۔"

"اور ایک کیسٹ رؤف خان کے گھر دے کر آئے، کیا یہ بھی ٹھیک ہے؟"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔"

"اس کے لیے کتنے آدمی کام کرتے ہیں؟"

"بہت سے ... جتنے بھی کام کرتے ہیں ... سب اس کے غلام ہیں۔"

"وہ خود اس وقت کہاں ہوگا؟"

"کسی کو معلوم نہیں ... کسی کو پتا نہیں ... وہ کہاں رہتا ہے ... یا کہاں مل سکتا ہے ... صرف اور صرف فون پر باتیں کرتا ہے ہم سے تو۔"

"کیوں مسٹر سوبران ... یہ ٹھیک کہہ رہا ہے؟"

"جی ہاں!"

"اکرام ... اپنے کچھ ماتحتوں کو فون کرو ... ان دونوں کو قانون کے حوالے کرنا ہے۔"

"او کے سر ..." اکرام نے کہا اور فون پر جلدی جلدی نمبر گھمانے لگا۔

"باس ہمیں چھڑا لے گا۔"

"دیکھا جائے گا..." انہوں نے کندھے اُچکائے، پھر چونک کر بولے:

"وہ پیکٹ تمہیں ملے کس طرح تھے؟"

"اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر ۹ سے... وہ جو چیزیں نہیں پہنچاتا ہے... پُراسرار انداز میں پہنچاتا ہے... فون پر کہہ دے گا... فلاں چیز فلاں جگہ موجود ہے... وہ فلاں آدمی کو پہنچانی ہے۔"

"کیا اکثر ایسی چیزیں اسی ہوٹل کے کمروں سے ہی ملتی ہیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! یہ تو ہے... کمال ہے... ہم نے آج تک اس بات پر دھیان نہیں دیا تھا..." روشن نے حیران ہو کر کہا۔

"بہت خوب... تب وہ ہوٹل میں ہی کہیں رہتا ہے۔"

"نن... نہیں..." روشن خوف زدہ انداز میں بولا۔

"اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہو سکتی... وہ ضرور ہوٹل کے کسی کمرے میں رہتا ہے۔"

"اگر ایسی بات ہوتی... تو ہمیں فوراً معلوم ہو جاتا۔"

"کیسے معلوم ہو جاتا... کیا کوئی شخص ہوٹل میں مستقل طور پر بھی رہائش پذیر ہے؟"

"اوہ ہاں... ایک شخص ایسا ہے تو سہی..." روشن نے بوکھلا کر کہا۔

"تب پھر... وہی ہوٹل کا مالک ہے..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہوٹل کا مالک... اور ہوٹل کا کرائے دار... یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"اس کا زبردست امکان ہے... بھلا اس مستقل کرائے دار کے کمرے کا نمبر کیا ہے اور اس کا نام کیا ہے؟"

"کمرہ نمبر آٹھ مستقل طور پر اس کے پاس رہتا ہے... نام حاکم بروہی ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

اکرام کے ماتحت جلد ہی پہنچ گئے... دونوں کو ان کے حوالے کر کے وہ کمرہ نمبر آٹھ کی طرف بڑھے۔

☆☆☆☆☆

نوّے فی صد

انہوں نے دیکھا ... گلی میں ایک ریڑھ چلا آرہا تھا ... اس پر ایک صندوقت تھا، لیکن ظاہر ہے، اس میں تو کوئی حیرت کی بات نہیں تھی ... حیرت کی بات یہ تھی کہ صندق پر کاغذ کی ایک بڑی سی چٹ لگی تھی اور اس چٹ پر موٹے حروف میں لکھا تھا ... انسپکٹر جمشید کے لیے۔

''یہ کیا ہے بھئی؟'' محمود بڑبڑایا۔

''اللہ اپنا رحم فرمائے ... اس وقت تک تو چھوٹے موٹے تحائف لوگوں کو ملتے رہے ہیں اور وہ کچھ کم تباہ کن نہیں تھے اس بار شاید اس نے پورا صندوق ہی بھیج دیا ہے ...'' فاروق نے کانپ کر کہا ... محمود اور فرزانہ مسکرادیے۔

اتنے میں ریڑھ نزدیک آگیا:

''انسپکٹر جمشید کا گھر کون سا ہے جناب؟'' ریڑھے والے نے بلند آواز میں کہا۔

''یہی ہے بھئی ...'' فاروق بولا۔

''یہ صندوق ان کے لیے ہے۔''

''آپ اس صندوق کو کہاں سے لائے ہیں؟''

''ایک صاحب اپنی کار پر اس صندوق کو لا رہے تھے ... راستے میں ان کی کار خراب ہوگئی ... اتفاق سے میں اس طرف سے ریڑھ لیے گزر رہا تھا ... انہوں نے مجھے روک لیا اور کہا کہ یہ صندوق یہاں پہنچا دوں ... میں نے سو روپے معاوضہ مانگا جو انہوں نے فوراً دے دیا۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا۔

''ٹھہریے ... میں ان کے گھر سے کسی کو بلاتا ہوں۔''

''کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں ... ہم آپ کے سامنے جو کھڑے ہیں ...'' فرزانہ نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''اوہو ... آپ لوگ ہی ہیں ... یہ تو اور بھی اچھی بات ہے ... نیچے اتروائیے ... ہے یہ وزنی۔''

''وزنی ...'' ان کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! ہم دونوں نے بڑی مشکل سے اسے ریڑھے پر لادا تھا۔''

''اچھا بھائی ...'' محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

اور انہوں نے صندوق اتروا لیا ... ریڑھے والا لوٹتے ہوئے صندوق پر لگے تالے کی چابی انہیں دے گیا ... اب صندوق دروازے پر رکھا تھا:

'' اگر اس کے اندر بم ہے تو وہ کس قدر بڑا ہوگا ... اُف مالک۔

'' فاروق نے کانپ کر کہا۔

'' اوٹ پٹانگ باتیں نہ کرو۔''

'' اسے کھولنے سے پہلے ہی یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ اس میں کیا ہے ...'' فرزانہ بولی۔

'' ٹھیک ہے ... میں پروفیسر انکل کو بلاتا ہوں ... آج تو ان کی بار بار ضرورت پڑ رہی ہے ...'' محمود نے کہا۔

'' کیس جو بموں کا ہوا ... ارے ... بموں کا کیس ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

'' ہو سکتا ہوگا ...'' فرزانہ جل کر بولی۔

پروفیسر داؤد باہر نکلے ... خان رحمان بھی ان کے ساتھ تھے، انہوں نے ایک ننھا سا آلہ صندوق پر رکھ کر دیکھا، پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولے:

'' نہیں بھئی ... اس میں کوئی خطرناک چیز نہیں ہے۔''

'' شکریہ انکل ... ہم تو ڈر ہی گئے تھے کہ اگر اس میں سے بم برآمد ہوا تو وہ کتنا بڑا ہوگا ...'' فاروق مسکرایا۔

'' اوہ!'' پروفیسر داؤد ہنس پڑے۔

آخر صندوق پر لگا ہوا تالا کھولا گیا اور فاروق نے جلدی سے ڈھکنا اوپر اُٹھایا ... اس کے نتھنوں سے تیز خوشبو کا ایک جھونکا ٹکرایا ...

اس نے فوراً ہی صندوق بند کر دیا۔

'' کیوں کیا ہوا ... اس میں کوئی بھوت تو بند نہیں ...'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

'' انکل آپ نے تو کہا تھا کہ اس میں کوئی خطرناک چیز نہیں ہے۔''

'' تت ... تو ... کیا ... بب ... بم ...'' خان رحمان کانپ اُٹھے۔

'' ہرگز نہیں ... اس میں بم تو ہرگز نہیں ہو سکتا ... بم کے علاوہ بھی تو کچھ خطرناک چیزیں ہوتی ہیں ... مثلاً اسلحہ۔''

'' ہاں! اسلحہ ... آج کل ہمارے ملک میں اسلحے کا بہت زور ہے ... جسے دیکھو اسلحہ اُٹھائے پھر رہا ہے ... اور پھر دشمن ممالک بھی تو اپنے ایجنٹوں کو دھڑا دھڑ اسلحہ بھیج رہے ہیں ... اس کی روک تھام نہ کی گئی تو حالات بہت خوف ناک صورت اختیار کر لیں گے ...'' محمود نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

'' اوہو ... تو کیا یہ صندوق اسلحے سے بھرا ہوا ہے ...'' خان رحمان نے چونک کر کہا۔

'' جی نہیں ... یہ ایک لاش سے بھرا ہوا ہے۔''

'' لل ... لاش سے ... ارے باپ رے ...'' فرزانہ کانپ اُٹھی۔

اب فاروق نے پورا ڈھکنا اُٹھا دیا ... اندر واقعی خوب میں لت پت ایک لاش موجود تھی۔

"معلوم ہوتا ہے ... یہ شخص تحائف ارسال کرنے میں بہت تیز ہے ... کبھی بم ارسال کر رہا ہے تو کبھی لاش۔"

"لیکن یہ ہے کس کی؟" خان رحمان بولے۔

انہوں نے اس کا چہرہ سامنے کے رُخ کیا، لیکن یہ چہرہ ان کا دیکھا بھالا نہیں تھا۔

"نہیں ... ہم نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

گلی میں بھیڑ جمع ہونے لگی تھی ... محمود نے پولیس اسٹیشن فون کیا ... اورلاش کے بارے میں ان کو اطلاع دی ... ساتھ ہی اپنے ادارے کے فوٹو گرافروں کو فون کیا۔

لاش کی تصاویر لینے کے بعد صندوق پولیس کے حوالے کر دیا گیا اور وہ اندر آ گئے ... اندر تینوں گھرانوں کے افراد نظر نہ آئے:

"ارے ... یہ لوگ کہاں چلے گئے؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے باہر خطرہ محسوس کیا ... تو انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا۔"

"اوہ! لیکن امی جان باہر خطرہ نہیں ... ایک لاش تھی۔"

"اوہو اچھا ... مجھے کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ باہر خطرہ نہیں لاش موجود ہے ... ارے کیا کہا ... لاش ..." وہ گھبرا گئیں۔

"جی ہاں! صرف ایک لاش۔"

"آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"ہمارا واسطہ ایک عجیب و غریب مجرم سے آ پڑا ہے امی جان، بس اور کوئی بات نہیں ..." فاروق بولا۔

"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے آج زندگی میں پہلی بار کسی عجیب وغریب مجرم سے پالا پڑا ہو ..." فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے ... ہمیں تو ہمیشہ ہی۔"

"اوہو ... کیوں نہ لاش کی شناخت ان لوگوں سے کرائی جائے ..." فرزانہ اُچھل کر بولی۔

"اچھا خیال ہے ..." محمود نے فوراً کہا۔

"امی جان ... ان لوگوں کو نکالیے ذرا۔"

"پہلے باہر اطمینان کر لو ..." وہ بولیں۔

فاروق چھت پر گیا ... چاروں طرف ایک نظر ڈالی اور پھر نیچے آ کر بولا:

"چاروں طرف خیریت کا دور دورہ ہے۔"

"لیجیے ... اب خیریت بھی دورے کرنے لگی ..." فرزانہ نے منہ بنایا۔

بیگم جمشید نے مسکراتے ہوئے ایک اندرونی دروازے کی طرف قدم اُٹھا دیے، پھر اس کمرے کا تالا کھول ڈالا ... تینوں گھرانے اندر سہمے بیٹھے تھے:

"خیریت تو ہے جناب ..." سلیمان پاشا نے ڈرے ڈرے انداز

میں کہا۔

'' جی ہاں! نوے فی صد خیریت ہے ... '' فاروق نے فوراً کہا۔

'' جی ... دس فی صد خطرہ ہے ... '' سر امتیاز نے گھبرا کر کہا۔

'' لیجیے ... نوے فی صد خیریت کی موجودگی میں بھی دس فی صد خطرے سے گھبرا گئے ... گویا بے چاری نوے فی صد خیریت دس فی صد خطرے کے مقابلے میں بھی کمزور ہے۔ ''

'' فاروق ... کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو ... '' بیگم جمشید نے اسے ڈانٹا۔

'' اوہ ... معاف کیجیے گا۔ ''

'' آپ لوگ پریشان نہ ہوں ... باہر ہر طرح خیریت ہے ... '' محمود نے کہا اور لاش کے چہرے کی تصاویر ان کے سامنے رکھتے ہوئے بولا:

'' آپ اس شخص کو پہچانتے ہیں؟ ''

'' یہ ... یہ کون ہے ... اور اسے کیا ہوا ... یہ تو خون آلود ہے۔ ''

'' جی ہاں! یہ ذرا مر گیا ہے ... بلکہ کسی نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ ''

'' ارے باپ رے ... '' سر امتیاز گھبرا گئے۔

'' تو آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ '' محمود نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

'' ٹھہریے ... غور سے دیکھتے ہیں ... شاید ہم نے اسے دیکھا ہے۔ ''

وہ تینوں بغور لاش کی تصویروں کو دیکھنے لگے۔

'' شاید آپ نے اسے کبھی نہیں دیکھا؟ ''

'' خیال یہی ہے ... اس کے باوجود ... چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگتا ہے ... '' سر امتیاز بڑبڑائے۔

'' اگر یہ بات ہے تو پھر یاد کریں ... اسے کہاں دیکھا ہے؟ '' محمود بولا۔

'' م ... میرا بھی یہی خیال ہے ... '' سلیمان پاشا نے لرزتی آواز میں کہا۔

'' جی ... کیا خیال ہے آپ کا؟ ''

'' یہ کہ میں نے اسے کہیں دیکھا ہے۔ ''

'' اوہو ... یہ تو بہت اچھی بات ہے ... اور اگر آپ کو یہ یاد آ گیا کہ کہاں دیکھا ہے ... تو شاید ہم اس کیس میں کچھ آگے بڑھ سکیں۔ ''

'' م ... مجھے ... مجھے یاد آ رہا ہے ... '' رؤف خان اٹک کر بولے۔

'' اللہ کا شکر ہے ... آپ کو یاد آ رہا ہے ... جلدی سے بتائیے۔ ''

'' بھئی امتیاز ... یہ ... یہ تو وہ نہیں ہے ... '' رؤف خان بولے۔

"کون وہ؟"

"ارے بھئی ... وہی ... جو۔"

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی تھی ... ان کی نظریں ایک دوسرے پر اُٹھ گئیں، سب کی آنکھوں میں ایک سوال نظر آیا ... یہ کہ ... اب کون آ گیا؟"

"م ... میں نے پہلے ہی کہا تھا ..." فاروق نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کیا کہا تھا تم نے؟" محمود نے کاٹ کھانے کے انداز میں کاہ۔

"یہ کہ ... دس فی صد۔"

"دھت تیرے کی ..." محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا اور تیزی سے باہر کی طرف چلا ... دروازے پر پہنچ کر اس نے کہا:

"کون ہے؟"

☆☆☆

کمرہ نمبر آٹھ کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے دیکھا۔

دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔

"اب کیا کریں بھئی؟"

"کھول لیتے ہیں۔" اکرام نے کہا۔

"ہاں! ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے اور تالے پر جھک گئے چند سیکنڈ بعد ہی تالا کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گئے۔

انسپکٹر جمشید نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ان کے نتھنوں میں ایک تیز خوشبو آنے لگی۔

"کمرہ حیرت انگیز ہے۔ کیوں اکرام۔" انہوں نے پورے کمرے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! جدید ترین سائنسی چیزوں سے آراستہ نظر آ رہا ہے۔"

"اوہو۔ یہ ادھر میز پر کیا چیز موجود ہے۔ اوہ۔ آٹو میٹک ٹیپ ریکارڈ۔ اس میں تو کیسٹ بھی لگی ہوئی ہے۔ ٹھہرو اکرام ذرا اس کیسٹ کو سُن کر دیکھ لیں۔" انہوں نے بٹن دبایا تو کمرے میں بات چیت کی آواز گونجنے لگی۔ یہ چند آدمیوں میں ہونے والی گفتگو تھی۔ جلد ہی انہوں نے ان آوازوں میں سوبران کی آواز صاف محسوس کی۔ "اوہ۔ یہ تو سوبران کے کمرے میں ہونے والی گفت گو ہے، شاید ہم سے پہلے کسی وقت کی اور اس پر وُہ گفتگو بھی ہو گی جو ہمارے درمیان ہوئی ہے۔"

انہوں نے کیسٹ کو بیک کیا اور پھر آن کیا تو وُہ گفتگو سُنائی دی جو وُہ سوبران کے کمرے میں کرتے رہے تھے۔

"اب اس میں کوئی شک نہیں رہا اکرام کہ ہوٹل کے اس کمرے میں اصل مالک ہی رہتا ہے اور جب وہ موجود نہیں ہوتا تو اس

وقت بھی آٹومیٹک سسٹم کی وجہ سے گفتگو ٹیپ ہوتی رہتی ہے''۔

''ہوں ۔ اس کا مطلب ہے ۔ سوبران کے کمرے میں خفیہ مائک فٹ ہیں۔'' کرام بولا۔

''ہاں ! کیوں نہ ہم اس شخص کا یہیں ٹھہر کر انتظار کریں''؟

''لیکن سر۔ نہ جانے وہ کب آئے''۔

''ہاں ! یہ بھی ۔خیر ۔ ہم کمرے کا اچھی طرح جائزہ لیں گے''۔انہوں نے ایک ایک چیز کی تلاشی شروع کی ۔ ایک دراز سے انہیں بہت سی کیسٹیں مل گئیں۔ وہ انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیں ۔ کمرے سے اور کوئی اُن کے مطلب کی چیز نہ مل سکی۔

''جہاں تک میرا خیال ہے ۔ وہ اس کمرے کو صرف اپنے غلاموں کی گفتگو کو سننے کے لیے استعمال کرتا رہا ہے ۔ یا پھر چیزیں دوسرے کمروں میں رکھنے کا کام بھی یہاں کرتا رہا ہے ۔ ظاہر ہے ۔ ہوٹل کے کمروں میں چیزیں رکھنا اسی وقت آسان ہوسکتا ہے جب کہ وہ خود بھی کسی کمرے میں رہتا ہو اور دوسرے یہ کہ ہوٹل اور ہوٹل کے معاملات سے بخوبی واقف ہو ۔ اس لیے اکرام اب اس شخص کو گرفتار کرنا ذرا بھی مشکل کام نہیں رہا ۔جوں ہی وہ آئے گا ۔ ہم اس کو گرفتار کرلیں گے''۔

جی ۔ آپ کا مطلب ہے ۔ ہم اس وقت تک یہاں ۔''اکرام نے گھبرا کر کہا۔

''نہیں بھئی ۔ یہاں تُمہارے سادہ لباس والے موجود ہوں گے تم فون کر کے انہیں بلا لو''۔

کمرے سے ہی فون کیا گیا ۔ اکرام نے ماتحتوں کو ہدایات دے کر ریسیور رکھ دیا ۔ پھر ان کے آنے پر ساری بات انہیں سمجھائی گئی ۔ اور انہیں کمرے میں چھوڑ کر وہ باہر نکل آئے ۔ تالا پھر سے لگا دیا گیا ۔ اندر موجود ٹیلی فون نمبروں کو نوٹ کرلیا گیا تھا ۔ تاکہ سادہ لباس والوں سے فون پر رابطہ بھی قائم رہے ۔

''اب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس ہوٹل کا مالک ایک پُر اسرار آدمی ہے ۔ اس نے لوگوں کے راز معلوم کر کے ان کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اور عجیب وغریب کام ان سے لیتا رہتا ہے۔ سر امتیاز وغیرہ کو بموں کے تحفے اس نے ہی بھجوائے تھے ۔ کسی وجہ سے وہ ان تینوں کو ان کے گھرانوں سمیت ہلاک کر دینا چاہتا ہے ۔ آخر کیوں ۔ یہ ابھی ہمیں معلوم کرنا ہے ۔ اب اس کے گرفتار ہونے میں دیر نہیں لگے گی ، پھر ہم ان تینوں کو اس کے سامنے لائیں گے ۔ اور جب وہ اس کو پہچان لیں گے تو فوراً معلوم ہوجائے گا کہ ان کے درمیان کیا دشمنی ہے''۔ انسپکٹر جمشید نے جیپ چلاتے ہوئے کہا۔

''ہوں ۔ گویا ہم کیس پچاس فیصد حل کر چکے ہیں''۔

''ہاں ! بالکل''۔ انہوں نے کہا اور اچانک جیپ روک دی ۔

کیا ہوا سر''؟ اکرام نے بوکھلا کر کہا۔

"اکرام مجھے ایک خیال آیا ہے۔ ٹھہرو میں چند منٹ کے لیے غور کرنا چاہتا ہوں"۔ انہوں نے کہا اور سوچ میں گم ہو گئے۔ اکرام کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس کی موجودگی سے بھی بے خبر ہو گئے ہیں۔ وہ حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگا آخر وہ چونک کر بولے۔

"اس نے غلط بیانی کی تھی اکرام۔ آؤ چلیں"۔ اتنا کہتے ہی انہوں نے جیپ آگے بڑھا دی۔

"جی۔ کس نے غلط بیانی کی تھی"؟

"ہم چل ہی رہے ہیں۔ ابھی جان لوگے۔ کس نے غلط بیانی کی تھی۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

اکرام نے اس لمحے شدید بے چینی محسوس کی۔

☆☆☆☆☆

مجھے یاد آرہا ہے

"میرے پاس ایک خط ہے جناب ... جو میں دستی لے کر آیا ہوں ..." باہر سے آواز آئی۔

"کہاں سے لائے ہیں؟" محمود بولا۔

"سڑک کے کنارے کھڑے ایک شخص نے دیا ہے ... وہ ذرا جلدی میں تھے اور انہوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ یہ خط میں آپ لوگوں تک پہنچا دوں ..." باہر سے کہا گیا۔

"آپ لوگوں تک سے کیا مراد؟"

"انہوں نے انسپکٹر جمشید کا نام لیا تھا ... کیا یہ گھر ان کا نہیں ہے؟"

"انہی کا ہے ..." محمود نے یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔

"میں نے اس صاحب سے پوچھ کر ہی گھنٹی کا بٹن دبایا تھا ..." اس نے ایک سادہ لباس والے کی طرف اشارہ کیا۔

باہر ایک سیدھا سادا آدمی کھڑا تھا ... اس کے جسم پر شلوار قمیض

تھی ... کلرک قسم کا آدمی نظر آتا تھا ... دائیں ہاتھ میں خط تھا۔

''آپ کا نام؟'' محمود نے پوچھا۔

''کیوں ... آپ میرا نام کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''ہم ذرا عجیب سے حالات کا شکار ہیں ... بس اس لیے۔''

''میں نسیم درانی ہوں۔''

''اور آپ کہاں رہتے ہیں؟''

''۳۰۳ گوگیرہ کالونی ...'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''محمود نے مسکرا کر خط اس سے لے لیا اور بولا:

''شکریہ جناب ... آپ محسوس نہ کریں ... ہم جو زندگی گزار رہے ہیں ... وہ ذرا مختلف قسم کی ہے۔''

''کوئی بات نہیں جناب ...'' اس نے کہا اور مڑ گیا۔

محمود خط لے کر اندر آیا ... پہلے اس نے اپنی نوٹ بک پر نسیم درانی ۳۰۳ گوگیرہ کالونی لکھا ... پھر لفافے کو احتیاط سے چاک کیا ... اس نے اب تک لفافے کو سرے پر سے پکڑے رکھا تھا ... اس کے درمیانی حصے پر ہاتھ نہیں لگنے دیا تھا ... لفافے میں سے ایک نیلے رنگ کا کاغذ برآمد ہوا ... اس پر یہ الفاظ لکھے نظر آئے:

''سلیمان پاشا، سر امتیاز اور رؤف خان!

تم انسپکٹر جمشدی کے گھر میں پناہ لے کر یہ خیال کر بیٹھے ہو کہ میری پہنچ سے محفوظ ہو گئے ہو ... لیکن یہ خیال غلط ہے ... میرے ہاتھ

بہت لمبے ہیں ... اور تم ہمیشہ انسپکٹر جمشید کے گھر میں نہیں رہ سکو گے ... آ کر باہر نکلنا ہوگا ... سُن لو ... میں تم تینوں گھرانوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر رہوں گا ... یہ اور بات ہے کہ میرے وار سے پہلے ہی تم حیرت سے مر جاؤ ... کہ آخر میں کون ہوں ... جو تمہاری زندگیں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہوں ... میں تمہیں نہیں بتاؤں گا ... کہ میں کون ہوں ... مرتے وقت بھی تم یہ راز نہیں جان سکو گے ... مجھے تم سے نفرت ہے ... شدید ترین نفرت ... تم سوچ سوچ کر مر جاؤ گے، لیکن جان نہیں پاؤ گے ... میں کون ہوں ... تمہارے دماغوں میں زندگی کے آخری سانسوں تک یہی الفاظ گونجتے رہیں گے ... پاگلوں جیسی تمہاری حالت ہو جائے گی ... اپنے بال نوچو گے، لیکن کچھ نہیں بن پائے گا ... یہی تمہارا انجام ہے ... میں تم پر وار کروں گا ... تم بچ ضرور گئے ہو، لیکن ہر بار نہیں بچ سکو گے ... فقط:

''تمھارا بد ترین دُشمن''۔

خط کے الفاظ نے سنسنی کی لہر دوڑا دی۔ ان کی آنکھوں میں بے پناہ خوف سمٹ آیا۔ چہرے زرد پڑ گئے۔ آنکھوں میں ویرانی دوڑ گئی۔ کتنی ہی دیر گزر گئی، پھر جا کر سر امتیاز کے منہ سے نکلا:

''انسپکٹر جمشید کہاں ہیں''

''ہوٹل سوبر تک گئے تھے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔''

''آپ کہتے ہیں۔ ہم پریشان نہ ہوں۔ آپ نے غور نہیں

کیا۔ ان الفاظ سے کس قدر نفرت ٹپک رہی ہے''۔

''ہاں ! یہ ٹھیک ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو وہ چاہتا ہے۔ وہی ہو بھی جائے''

''ہم۔ہم کب تک یہاں پناہ لیے رہیں گے۔ آخر ہمیں جانا ہوگا''

''ابا جان آ کر اس کا بھی کوئی حل نکال لیں گے''۔ فرزانہ نے کہا۔

''کاش۔وہ ایسا کر سکیں''۔

''کیا آپ تینوں نے اپنی زندگیوں میں کسی پر کوئی ظلم کیا ہے؟'' محمود نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

''ظلم۔نہیں بالکل نہیں۔'' سلیمان پاشا بولے۔

''غور کرلیں۔ضرور کوئی ایسی بات ہے۔ ہوسکتا ہے۔ یہ بہت پرانا معاملہ ہو اور آپ کے ذہنوں سے نکل چکا ہو''۔

''کوئی ایسا شخص ہے۔جس کو آپ تینوں سے کوئی تکلیف پہنچی ہو۔ ہوسکتا ہے۔ آپ کے خیال میں وہ بہت معمولی تکلیف ہو اور آپ نے اس وقت محسوس بھی نہ کیا ہو، لیکن جس کو تکلیف پہنچتی ہے۔وہ بہت زیادہ محسوس کیا کرتا ہے''۔

''تب پھر۔ ہم ایسی کوئی بات کس طرح یاد کر سکتے ہیں۔'' رؤف خان بولے۔

''اس طرح کہ یہ معاملہ آپ میں سے کسی ایک کا نہیں، تینوں کا ہے۔ آپ کب سے ایک دوسرے کے واقف ہیں''؟

''ہم تو بچپن کے دوست ہیں۔ اسکول کے زمانے کے پرائمری اسکول میں ہماری آپس میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت سے ہم دوست چلے آرہے ہیں۔ میٹرک بھی ہم نے ایک ساتھ ہی کیا تھا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے تو ساتھ رہے۔ اب تک دوست چلے آرہے ہیں''۔

''اس دوستی کے دوران کوئی شخص آپ تینوں کی کسی زیادتی کا شکار نہیں ہوا''۔ فرزانہ سرسراتی لہجے میں بولی۔

''دوستی کے دوران ہم تینوں کی کسی زیادتی کا شکار۔'' سر امتیاز بڑبڑائے۔

''ہاں ہاں ... یاد کیجیے ... اگر آپ ایسی کوئی بات یاد کرنے میں کامیاب ہوگئے تو پھر ہم آسانی سے مجرم تک پہنچ جائیں گے۔''

''اوہ !'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے ... سب لوگ بے تابانہ انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے ... ایسے میں سلیمان پاشا کے منہ سے نکلا:

''مجھے یاد آرہا ہے ... وہ مجھے یاد آرہا ہے۔''

☆☆☆

انہوں نے جیپ ایک بہت بڑی عمارت کے سامنے روک دی، پھر اکرام کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوئے اور لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچے، پھر ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی ... اکرام نے دیکھا... اس کمرے کے دروازے پر ۷۵ نمبر لکھا ہوا تھا۔

’’کیا آپ یہاں پہلے بھی آچکے ہیں سر؟‘‘

’’ہاں اکرام ... اس وقت محمود، فاروق اور فرزانہ میرے ساتھ تھے ... ایک عجیب اشتہار ہمیں یہاں کھینچ لایا تھا ... اور یہ آج ہی کی بات ہے ...‘‘ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

’’عجیب اشتہار ...‘‘ اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

’’ہاں! لیکن اس وقت ایک دوسری چیز مجھے یہاں کھینچ کر لائی ہے ...‘‘ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

اسی وقت اندر قدموں کی آواز اُبھری، پھر دروازہ کھلا ... اور ایک خاتون کی صورت نظر آئی:

’’اوہ ... آپ ... آپ پھر تشریف لائے ... خیر تو ہے ...‘‘ اس نے چونک کر کہا۔

’’معاف کیجیے گا ثمینہ رفیق صاحبہ ... مجبوری ہے۔‘‘

’’کوئی بات نہیں ... فرمایئے۔‘‘

’’اس مرتبہ بات قدرے لمبی ہوگی، کیوں نہ ہم بیٹھ کر بات کر لیں۔‘‘

’’جی ضرور ... آیئے ...‘‘ اس نے کہا اور انہیں راستا دیا۔

دونوں اندر داخل ہوگئے ... اندر داخل ہوتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے تین چار گہرے سانس لیے۔

’’تشریف رکھیے ...‘‘ ثمینہ بولی۔

’’شکریہ محترمہ ...‘‘ وہ بولے اور بیٹھ گئے۔

’’فرمایئے ... میں بہت اُلجھن محسوس کر رہی ہوں۔‘‘

’’کچھ گھنٹے پہلے جب ہم یہاں آئے تھے اور آپ سے بات چیت کی تھی ... اس وقت آپ نے ایک بات کہی تھی ...‘‘ انسپکٹر جمشید نے ٹھہری ہوئی آ[illegible]ں کہا۔

’’کیا بات کہی تھی ...‘‘ اس نے حیران ہو کر کہا۔

’’یہ کہ آپ نہ جانے کتنے لوگوں کو بتا بتا کر تھک چکی ہیں کہ وہ اشتہار آپ کی طرف سے نہیں دیا گیا ...‘‘ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

’’تو پھر ... اس سے کیا؟‘‘

’’اس کے بعد آپ دفتر چلی گئیں ... اور آپ کے بعد آپ کی والدہ لوگوں کو بتاتے بتاتے تھک گئیں۔‘‘

’’ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔‘‘

’’حالانکہ یہ بالکل غلط ہے ...‘‘ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

’’کیا مطلب؟‘‘ وہ زور سے چونکی۔

’’جب دو تین آدمی آپ تک اس اشتہار کے سلسلے میں آگئے تو

آپ کو تو فوراً کاؤنٹر کلرک سے کہہ دینا چاہیے تھا ... کہ اشتہار آپ کی طرف سے نہیں دیا گیا ... اور یہ کہ کسی کو بھی آپ کے کمرے میں نہ بھیجا جائے ... آخر آپ نے ایسا کیوں نہ کیا ... خواہ مخواہ کی دردسری کیوں مول لی؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

ثمینہ نے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا ... شاید اسے کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا ... آخر بولی:

''بس ... ایسا کرنے کا خیال نہ رہا۔''

''ناممکن ... جب آدمی کسی بات سے تنگ آیا ہوا ہوتا ہے، تو پھر اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی ترکیب سب سے پہلے سوچتا ہے ... اور جب ترکیب بالکل آسان بھی ہو تو عمل کیے بغیر نہیں رہتا، لیکن آپ کے بیان سے ثابت ہے کہ آپ نے ایسا نہیں کیا ... لہٰذا میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے غلط بیانی کی ہے۔''

''غلط بیانی ... کیا مطلب؟'' اس نے بوکھلا کر کہا۔

''ہاں! آپ بتا بتا کر تنگ نہیں آئی تھیں ... بلکہ وہ اشتہار دیا ہی آپ کی طرف سے گیا تھا۔''

''نن ... نہیں۔''

''اور اسی وجہ سے آپ نے کاؤنٹر کلرک سے یہ نہیں کہا ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''یہ ... یہ غلط ہے۔''

''یہ بالکل درست ہے محترمہ ... آپ کو نہیں معلوم مجھے یہاں کیا چیز لائی ہے ...'' وہ بولے۔

''کیا چیز لائی ہے؟'' آپ کای کہنا چاہتے ہیں؟''

''میں دراصل ہوٹل سوبر کے کمرہ نمبر آٹھ سے ہو کر آ رہا ہوں۔''

خاتون کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا ... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

''آپ نے میری یہ بات سُن کر کچھ کہا نہیں ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''مم ... میں سمجھی نہیں ... یہ بات کہنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟'' ثمینہ بولی۔

''حالانکہ آپ اچھی طرح سمجھ رہی ہیں ... ہوٹل سوبر کے کمرہ نمبر آٹھ میں جو شخص رہتا ہے ... اس سے آپ کا ضرور کوئی نہ کوئی تعلق ہے ... اشتہار آپ نے یا اس شخص نے دیا تھا ... آپ کو انٹرویو کے لیے آنے والے لوگوں میں سے صرف ایک آدمی کی ضرورت تھی ... اور اس آدمی کو آپ لوگ اچھی طرح پہچانتے تھے، چنانچہ باقی لوگوں کو یہی کہا جاتا رہا کہ آپ نے اشتہار نہیں دیا ... کسی نے اپریل فول منایا ہے، لیکن جب وہ شخص آیا تو اسے فوراً انٹرویو کے لیے اندر لے جایا گیا ... اور اس سے انٹرویو لے لیا گیا ... بلکہ جو کام سونپنا تھا، سونپ دیا گیا ...

'' انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

'' آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں ... '' اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

'' ایک ایک لفظ آپ سمجھ رہی ہیں ... میں یہاں اس شخص سے ملنے آیا ہوں ... جو کمرہ نمبر آٹھ میں بھی رہائش پذیر ہے۔''

'' میں یہاں اپنی والدہ کے ساتھ رہتی ہوں۔''

'' کک ... کیا بات ہے بیٹی ... تم کن لوگوں سے باتیں کر رہی ہو؟'' ایک لرزتی کانپتی آواز میں ان کے کانوں سے ٹکرائی:

اور پھر سفید بالوں والی ایک بڑھیا اندر داخل ہوئی ... اس کے بال ضرور سفید تھے، لیکن صحت کے لحاظ سے بہت اچھی تھی ... آنکھوں پر عینک تھی۔

'' کچھ نہیں ... یہ لوگ اس اشتہار کے بارے میں پوچھنے آئے ہیں۔''

'' اوہ ... لعنت ہے ... پھر وہی اشتہار ...'' اس نے کہا اور ایک کرسی میں ڈھیر ہوگئی۔

'' آپ میرے گھر کی تلاشی لے لیں ... یہاں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے ...'' ثمینہ بولی۔

'' ہوں! ٹھیک ہے ... اکرام ... جلدی سے تلاشی لے لو ... یہ حصہ شاید دو کمروں پر مشتمل ہے۔''

'' جی ہاں! باہر سے یہ ایک کمرہ نظر آتا ہے، لیکن اس میں ابھی ایک کمرہ اور بھی ہے۔''

اکرام اُٹھ کھڑا ہوا ... دو منٹ بعد ہی اس نے آکر کہا:

'' نہیں جناب ... ان دونوں کے علاوہ واقعی یہاں اور کوئی نہیں ہے۔''

'' ارے نہیں بھئی ... یہ کس طرح ہو سکتا ہے ...'' انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

'' جی ... کیا مطلب ... کیا کس طرح ہو سکتا ہے؟'' اکرام نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

'' میں تو یہاں ہوٹل سوبر کے کمرہ نمبر آٹھ میں رہنے والے شخص سے ملاقات کرنے آیا تھا ... اور تم کہہ رہے ہو کہ ان دونوں کے علاوہ یہاں اور کوئی ہے ہی نہیں۔''

'' جی ہاں! کل دو کمروں کا تو یہ گھر ہے ... یہاں چھپنے کی بھلا کون سی جگہ ہو سکتی ہے۔''

'' اچھا ... تم یہاں ٹھہرو ... میں ذرا ایک نظر دیکھ لوں ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' جی بہتر!'' اکرام نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

انسپکٹر جمشید اُٹھے اور دوسرے کمرے میں داخل ہوگئے ... تین منٹ بعد وہ اس کمرے میں آئے ... ان کے چہرے پر عجیب سے

تاثرات تھے۔

’’ کیوں جناب ... خیر تو ہے؟‘‘

’’ اندر تو واقعی مسٹر آٹھ نہیں ہیں۔‘‘

’’ جی مسٹر آٹھ ...‘‘ اکرام بوکھلا کر بولا۔

’’ ہاں! جب تک ہمیں اس کا نام معلوم نہیں ہو جاتا، اس وقت تک ہم انہیں مسٹر آٹھ کہہ لیتے ہیں ... کیا حرج ہے۔‘‘

’’ پھر اب کیا پروگرام ہے؟‘‘

’’ دعویٰ تو میرا اب بھی یہی ہے کہ مسٹر آٹھ یہیں موجود ہیں۔‘‘

’’ یہ کیا بات ہوئی جناب ...‘‘ اکرام بولا۔

’’ ہاں بھئی ... یہی بات ہے۔‘‘

’’ تو پھر بتایئے نا ... وہ شخص کہاں ہے جس کی آپ کو تلاش ہے؟‘‘ ثمینہ رفیق نے تلملا کر کہا۔

’’ یہ کیا مشکل ہے ... وہ میرے سامنے موجود ہے ...‘‘ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

’’ آپ کے سامنے تو میں ہوں ...‘‘ ثمینہ رفیق بولی۔

’’ نہیں ... میرے بالکل سامنے یہ ہیں ...‘‘ انسپکٹر جمشید نے اس کی والدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

’’ کیا مطلب!‘‘ اکرام اُچھل پڑا۔

’’ اگر تم ہاتھ بڑھا کر ان کے سر پر سے سفید بالوں کی وگ اُتار

دو اور یہ عینک بھی آنکھوں سے اُتار دو تو بڑھاپے کے آثار تو غائب ہو ہی جائیں گے ... عورت کی بجائے ایک مرد بھی نظر آنے لگے گا۔‘‘

’’ ارے‘‘! اکرام کے منہ سے نکلا۔

اور اس کے ساتھ ہی مسٹر آٹھ نے انسپکٹر جمشید پر چھلانگ لگا دی۔ چھلانگ بہت زبردست تھی اور اگر انسپکٹر جمشید اس کی لپیٹ میں آجاتے تو بے ہوش ہوئے بغیر نہ رہتے، لیکن وہ تو پہلے ہی ہوشیار تھے۔ لہٰذا فوراً اُتر چھے ہوگئے۔ نتیجہ یہ کہ مسٹر آٹھ سیدھا دیوار سے ٹکرایا۔ دُوسرے ہی لمحے وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

اب ثمینہ رفیق کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

مُجرم کون

''آپ کو کیا یاد آرہا ہے ۔ مہربانی فرما کر جلدی بتایئے ،،۔ ''ایک بات۔ اس کے علاوہ ہماری زندگیوں میں کوئی ایسی بات نہیں۔''سلیمان پاشا بولے۔

''چلیے پھر وہی بتا دیں۔''فاروق بے چارگی کے عالم میں بولا ۔

''امتیاز۔ تمہیں یاد ہے نا۔ رؤف ۔ تمہیں بھی یاد ہو گا ۔ ہم نے نویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنی دوستی کی ایک یادگار بنوائی تھی۔''

''اوہ ۔ تمہارا مطلب ان تینوں انگوٹھیوں سے ہے''۔

''تین انگوٹھیاں۔''محمود کے منہ سے نکلا۔

''ہاں ! ہم نے سونے کی تین انگوٹھیاں بنوائی تھیں ۔ ان تینوں پر دوستوں کے نام کندہ کرائے تھے اور فیصلہ یہ کیا تھا کہ تمام

زندگی دوست رہیں گے اور دوستی کی اس نشانی کو اپنی اپنی اُنگلی میں پہنے رہیں گے۔''

''لیکن جناب ... آپ تینوں میں سے تو کسی کی اُنگلیوں میں بھی کوئی انگوٹھی نہیں ہے ...'' فاروق بوکھلا کر بولا۔

''شاید ان کو کسی نے حدیث شریف سنا دی ہوگی کہ مردوں کو سونا پہننا حرام ہے۔''

''نہیں ... ایسی کوئی بات نہیں ... بلکہ بات تو بہت ہی عجیب ہوئی تھی ... تینوں انگوٹھیاں ابھی بن کر آئی تھیں ... سنار کا ملازم مجھے دے گیا تھا ... میں نے وہ ڈبیا بے خیالی میں اپنی میز پر رکھ دی ... اور پھر دوسرے دن مجھے اس کا خیال آیا ... ڈبیا غائب تھی ... میں نے سارے گھر میں تلاش کیا، لیکن ڈبیا نہ ملی ... اس شام مجھ سے میرا ایک کلاس فیلو ملنے آیا ... تھا... اس کے علاوہ اور کوئی مجھ سے اس روز ملنے نہ آیا ... چنانچہ پہلے تو میں نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا، پھر ہم نے ہیڈ ماسٹر سے ذکر کیا ... انہوں نے ہمارے اس کالس فیلو کو طلب کیا ... اس سے انگوٹھیوں کے بارے میں پوچھا ، لیکن اس نے صاف کہہ دیا کہ اسے کچھ پتا نہیں ... ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسے خوب ڈانٹا ... ادھر میرا بیان یہ تھا کہ اس کے علاوہ اس روز میرے گھر میں مجھ سے ملنے کوئی اور آیا ہی نہیں ... یہ بھی کورس کی ایک کتاب لینے کے لیے آیا تھا ... اور بیٹھا بھی عین اس جگہ تھا ... جہاں میز پر انگوٹھیوں کی ڈبیا رکھی تھی، لہٰذا اس کے

علاوہ کون لے جا سکتا تھا... اس معاملے کی تفتیش ہیڈ ماسٹر صاحب نے دو دن تک کی، پھر ہم سے بات کی کہ کیوں نہ معاملہ پولیس کے سپرد کر دیا جائے... ہم نے ہاں کر دی... پولیس آئی اور اس لڑکے کو پکڑ کر لے گئی... پھر ہمارے سننے میں آیا کہ تھانے میں اس کی خوب مرمت ہوئی تھی، لیکن انگوٹھیوں کا پتا اس نے پھر بھی نہ بتایا... پولیس نے اسے کچھ دن تک حوالات میں رکھ کر چھوڑ دیا... اس روز کے بعد ہم نے اس لڑکے کو نہیں دیکھا، پھر وہ اسکول بھی نہیں آیا... بس مجھے ایک یہ واقعہ یاد آتا ہے... جو ہم تینوں سے تعلق رکھتا ہے... اور کوئی بات یاد نہیں آتی۔''

''اور اس لڑکے کا نام کیا تھا؟''

''جہاں تک مجھے یاد ہے... اس کا نام بابر تھا... پورا نام یاد نہیں آ رہا۔''

''ہوں! ہم نے جس لاش کی تصویریں آپ کو دکھائیں... اس کے نقوش ایسے تو نہیں تھے؟''

''ہم کچھ کہہ نہیں سکتے... بہت عرصے کی بات ہے... اب تو اس کا چہرہ بھی اچھی طرح یاد نہیں...'' سلیمان پاشا نے کہا۔

''آپ لوگوں کا ہوٹل سوبر سے کس حد تک تعلق ہے؟''

''ہم تینوں دوست اکثر ہوٹل میں جا کر بیٹھتے ہیں۔''

''تو وہ لڑکا بابر اسکول میں پھر نہیں آیا تھا؟''

''ہاں!'' رؤف خان نے کہا۔

''ایسا معلوم ہوتا ہے... انگوٹھیاں اس نے نہیں چرائی تھیں...'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''تب پھر... اس کے علاوہ تو کوئی گھر میں آیا ہی نہیں تھا۔''

''آپ کے گھر میں کوئی ملازم تھا؟''

''ہاں! ملازم تو ضرور تھا...'' سلیمان پاشا بولے۔

''تب پھر یہ کام اس کا بھی ہو سکتا تھا، لیکن اس سے کسی نے پوچھ گچھ نہیں کی۔''

''اس لیے کہ خیال فوراً بابر کی طرف چلا گیا تھا۔''

''ہوں... خیر... ابا جان...'' فرزانہ نے کہا ہی تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔

''لو ابا جان آ ہی گئے...'' محمود نے پُرجوش لہجے میں کہا اور باہر کی طرف دوڑا۔

''ارے ارے... آنے والا دشمن بھی تو ہو سکتا ہے...'' سر امتیاز نے گھبرا کر کہا۔

''جی نہیں... یہ صرف اور صرف ابا جان ہیں... ہم ان کے گھنٹی بجانے کے انداز کو جانتے ہیں۔''

جلد ہی انسپکٹر جمشید اور اکرام ثمینہ رفیق اور اس کے ساتھی کو لیے اندر داخل ہوئے:

''یہ ... یہ کون لوگ ہیں؟''

''آپ کے مجرم ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب؟'' تینوں ایک ساتھ بولے۔

''یہی وہ شخص ہے ... جو آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا ... اور یہ عورت اس کی ساتھی ہے ... اور یہ شخص ہوٹل سوبر میں بھی رہتا ہے ... کمرہ نمبر آٹھ مستقل طور پر اس کے پاس رہتا ہے۔''

''یہیں آپ غلطی کر رہے ہیں انسپکٹر صاحب ...'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''کیا مطلب ... غلط کر رہا ہوں ...'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! کمرہ نمبر آٹھ میں میں نہیں ... ہوٹل سوبر کا اصل مالک رہتا تھا ... وہ کرائے کا قاتل بھی تھا ... میں نے اسے اس اشتہار کے ذریعے طلب کیا تھا ... تاکہ ان تینوں کو ختم کرانے کا کام اس سے لے سکوں ... ایسے کام میں اپنے ہاتھ سے کرنے کا عادی نہیں۔''

''اوہ اچھا!'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اور میری بات کا ثبوت یہ ہے کہ میں اس کی لاش ایک صندوق میں بند کر کے آپ کے گھر بھیج چکا ہوں۔''

''ارے!'' انسپکٹر جمشید چونکے۔

''جی ہاں! وہ ان تینوں کو ختم کرنے میں ناکام رہا تھا ... میں

نے اسے ختم کر دیا ... آپ جس عمارت سے مجھے لائے ہیں ... وہ دراصل میری اپنی عمارت ہے ... اور میں نے اسے بہت ہی عجیب طرز سے بنوایا ہے ... اس میں کچھ خفیہ کمرے بھی موجود ہیں، میں ایسے معاملات ان کمروں میں بیٹھ کر نبٹاتا ہوں ... انٹرویو کے لیے آنے والے پہلے کمرہ نمبر ۷۵ میں آتے رہے اور انہیں ٹالا جاتا رہا ... جب وہ آیا تو اسے کمرہ نمبر ۷۵ میں بٹھایا گیا، پھر میرے پاس ایک خصوصی کمرے میں پہنچا دیا گیا ... ثمینہ میری بیوی بھی ہے اور اس سارے کاروبار کی ساتھی بھی۔''

''اوہ ... وہ لاش کہاں ہے؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہم نے اسے ہسپتال بھجوا دیا، البتہ اس کی تصاویر اتروا لی تھیں۔''

''چلو ... تصاویر ہی دکھا دو ...'' انہوں نے کہا۔

''تصاویر ان کے سامنے رکھی گئیں۔

''تو یہ تھا ... ہوٹل سوبر کا مالک۔''

''ہاں! اس کا نام حاکم بروہی تھا، لیکن اس نے مجھے اپنا نام جم ہام بتایا تھا ... کرائے کا قاتل تھا ... اور اس پیشے سے اس قدر دولت جمع کر لی کہ ہوٹل خریدنے کے قابل ہو گیا ... اس کے حالات میں باخبر تھا ... اسی لیے میں نے اس کام کے لیے اسے چنا ...'' اس نے کہا۔

''سوال یہ ہے کہ تم اس کے کاموں سے کیسے واقف ہوئے؟''

’’اس لیے کہ میں جرائم پیشہ لوگوں کی کمزوریاں حاصل کرنے کے چکر میں رہتا ہوں۔‘‘

’’اوہ... اب میں سمجھا... تمہارا پروگرام کیا تھا... اس لیے تم نے مجھے سلیمان پاشا کی طرف سے دعوت بھی دی تھی... دوسرے دوست تو پتا کرکے لوٹ گئے اور میں اس معاملے میں شریک ہوگیا۔‘‘

’’جی کیا مطلب... ہم کچھ سمجھے نہیں...‘‘ محمود نے جلدی سے کہا۔

’’جم ہام خفیہ مالک تھا... اس کے ملازموں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ اصل مالک کون ہے... صرف سوبران اور روٹن جانتے تھے... اس شخص نے ایک تیر سے کئی شکار کرنے کا پروگرام بنایا... اسے ان تینوں حضرات سے کوئی دشمنی ہوگی، لہٰذا ان کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا... ختم جم ہام کے ذریعے کرانا تھا... ساتھ ہی مجھے سلیمان پاشا کی طرف سے دعوت نامہ بھیجا... تاکہ میں اس معاملے میں شامل ہوجاؤں اور جم ہام کو بطور قاتل گرفتار کرا دوں... اس طرح یہ ہوٹل سوبر کا بھی چپ چپاتے مالک بن جاتا... کرنا اسے صرف اتنا تھا کہ کمرہ نمبر آٹھ میں بیٹھنا شروع کر دیتا... اور بس... اب رہا یہ سوال کہ ان تینوں سے اسے کیا دشمنی ہے؟‘‘ ’’یہ یہ خود بتائے گا۔‘‘

’’ہاں! ضرور بتاؤں گا... مجھے جرائم پیشہ دراصل بنایا ہی ان تینوں نے ہے... ان کو تو شاید یاد بھی نہیں ہوگا... کہ میں کون ہوں...

ہاں میرے بتانے پر انہیں ضرور یاد آجائے گا۔‘‘

’’نہیں مسٹر بابر... ان کو یاد آچکا ہے... ہم ان کی یادداشت کو اُبھارنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔‘‘

’’کیا مطلب!‘‘ وہ زور سے چونکا۔

’’آپ کا نام بابر ہے... آپ ان کے کلاس فیلو تھے... آپ پر انہوں نے تین انگوٹھیاں چرانے کا الزام عاید کیا تھا۔‘‘

’’اوہ... تو... تو ان کو یاد آچکا ہے۔‘‘

’’ہاں! اچھی طرح...‘‘ سلیمان پاشا نے سرد آہ بھری۔

’’حوالات کی مار نے مجھ میں انتقام کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا... میں نے اس وقت فیصلہ کر لیا کہ اس زیادتی کا تم لوگوں سے بدلہ ضرور لوں گا... اور پھر میں واقعی چور بن گیا... جیب کترا بن گیا... میں اپنے فن میں روز بروز ماہر ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ ایک دن ماہر جرائم پیشہ بن گیا، لیکن میں نے اس پر بس نہیں کی... آگے ہی بڑھتا چلا گیا اور اب تو میں ماہروں کے بھی کان کاٹتا ہوں... میں نے جدید ترین طریقے اختیار کیے ہیں... کمال کی بات یہ ہے کہ آج سے پہلے کبھی پکڑا نہیں گیا... افسوس! میرا منصوبہ ناکام رہ گیا... جم ہام کو ختم کرنے کے بعد ایک اور آدمی کو اِدھر بھیجا تھا، لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکا۔‘‘

’’یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا... کمرے میں موت کا سناٹا طاری ہوگیا... ہر کوئی سوچ میں غرق تھا... شاید وہ سوچ رہے تھے...

اس کو مجرم بنانے میں کس کا ہاتھ ہے ... پولیس کا ... ان تینوں کا ... یا خود اپنا؟

☆☆☆☆☆
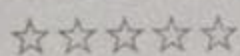
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

مزید ناول شائع ہو چکے ہیں

- مخلص قاتل
- قلمی مہمان
- خطوط کا فریب
- کس کا ہاتھ
- گمنام ہمدرد
- سازش کا شکار
- چائے کا کپ
- کانسی کا مجسمہ
- کار کی تلاش
- انوکھی چال
- چال کا جواب
- لڑکی کا چہرہ
- ہیرا دیوی
- بوڑھا چہرہ
- حویلی کا اسرار
- مہنگی سیر
- ہیٹ والا
- نوٹ بک
- ریچھ نُما آدمی
- موت کا تجربہ
- پستول والا
- سیاہ فام
- ستاروں کا کھیل
- قانونی کھیل
- اوچھا وار
- زخمی
- آخری تصویر
- ہنگاموں کا شہر
- بدنصیب ہوٹل
- بھیانک رُوپ
- بہت بڑی بلا
- سی مون
- غریب ہیرے
- انشارجہ کا جاسوس
- کھردری آواز
- مقدس آگ
- منصوبے کا قاتل
- موت کی مشین
- نیلاب پُل
- حاتم کا بچہ
- سابونی کے غلام

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34268800
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspector-jamshed-series.com